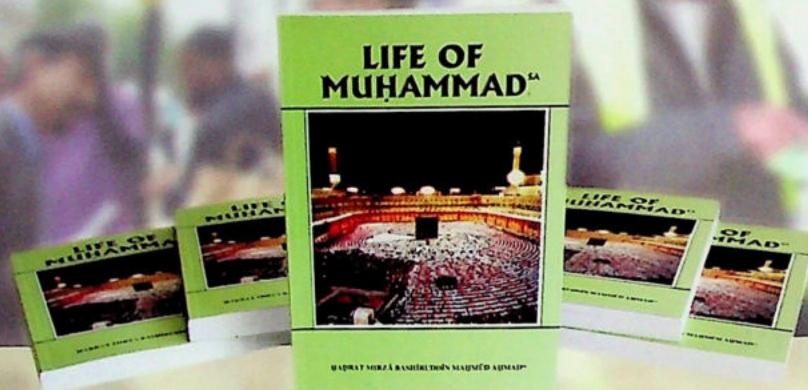
مجلس انصار اللہ یوکے عل[illegible]ی تربیتی مجلہ

انصار الدین

جنوری، فروری ۲۰۱۵ء صلح، تبلیغ ہجری شمسی ۱۳۹۴ جلد ۱۲ ، شمارہ ۱



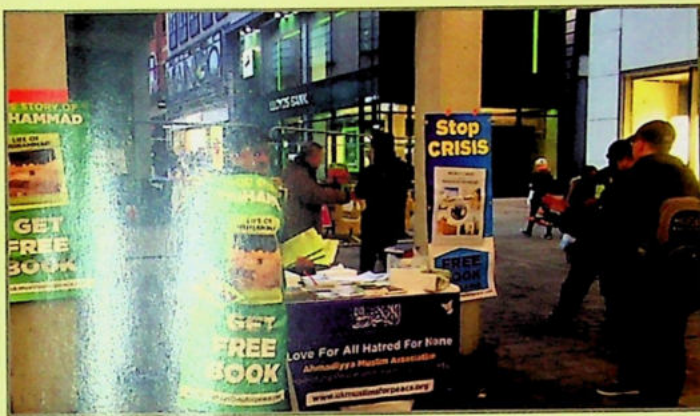
I am not a religious person, but I have been very intrigued with Islam for many months and the book you gave me today on the life of Muhammad has only cemented my admiration for Allah and Muhammad. The book is very well-written and many tales brought tears to my eyes. I have opened my heart to Islam completely, and look forward to learning more about this beautiful religion.I understand that it may be difficult to spread such beautiful teachings in the face of adversity, but know that your good work has not been futile. ***Lisa.***

I feel you are in a time where both extremist Muslims and Christians (and Atheists) are attacking your faith and your community. This saddens me greatly. I applaud your presence yesterday, and I applaud the work that you do, and as a white Christian I apologise for the ignorance that was manifest in that person who was supposedly yelling hateful things to you at Oxford Circus. We must recognise these actions as real reflections of the world today, but let us keep love in our hearts so we have hope for a better, united, tomorrow. ***Peace and love, Maria*** *(King's College)*

Today, both myself and my family had a wonderful experience outside Morden Tube Station. We received out free book about the Prophet Mohammed and took photographs (attached). We live in Sutton, are politically Leftwing and believe all people are equal. We are also Buddhists who study the texts and teachings of other religions. ***Adrian Wyles & Family***




GET


Stop
CRISIS
GET
FREE
BOOK
Love For All Hatred For None
Ahmadiyya Muslim Association










GET
FREE
BOOK

﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم   وعلیٰ عبدہ المسیح الموعودؑ﴾

انصار الدین

جلد 11   نمبر 1   جنوری و فروری 2015ء

فہرست مضامین

انصار اللہ کا عہد

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ
وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظام خلافت کی حفاظت کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

صدر مجلس انصار اللہ
چودھری وسیم احمد

مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر شمیم احمد

مدیر: محمود احمد ملک

نائبین: حبیب الرّحمٰن غوری، صفدر حسین عباسی

مینیجر: محمود علی مرزا

ترسیل: فیاض احمد ملھی (انچارج)
میاں اخلاق احمد، رانا ظہور احمد، سعادت جان

تمام انصار اپنا جائزہ لیں کہ
کیا آپ حضرت امیر المومنین
خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
کے ارشاد کے تحت جماعت احمدیہ کی ترقیات
اور احمدیوں کی حفاظت کے لئے
روزانہ دو نفل ادا کر رہے ہیں
اور ہفتہ وار نفلی روزہ کا اہتمام کر رہے ہیں؟

درس القرآن

قرآن کریم پڑھنے کی عادت ڈالیں

'' قرآن کریم پڑھیں۔ قرآن کریم پڑھیں گے تو آپ کو پتہ لگے گا کہ ہم نے کیا کیا کچھ کرنا ہے، کیا کیا کچھ اللہ میاں نے ہمیں حکم دئے ہیں، کیا تعلیم دی ہے۔ تو اس طرح آپ کو بہت سارے فائدے ہوں گے۔ مجھے امید ہے کہ اکثر بچے ہمارے جو دس سال سے اوپر کے ہیں باقاعدہ قرآن کریم پڑھتے ہوں گے۔ اگر نہیں پڑھتے تو پڑھنے کی عادت ڈالیں۔ روز کم از کم ایک رکوع پڑھا کریں اور کلاسوں میں بھی شامل ہوا کریں۔ خدام الاحمدیہ اگر کلاسیں لگاتی ہے تو بڑی اچھی بات ہے۔ نہیں لگاتی تو کلاسیں لگانی چاہئیں۔''

(خطاب بر موقع اطفال ریلی برطانیہ 10 اپریل 2005ء بحوالہ مشعل راہ جلد پنجم حصہ دوم صفحہ 165)

''اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جذب کرنے کے لئے اور فرشتوں کے حلقے میں آنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم میں سے ہر ایک قرآن کریم پڑھے اور اس کو سمجھے، اپنے بچوں کو پڑھائیں، انہیں تلقین کریں کہ وہ روزانہ تلاوت کریں۔ اور یاد رکھیں کہ جب تک ان چیزوں پہ عمل کرنے کے ماں باپ کے اپنے نمونے بچوں کے سامنے قائم نہیں ہوں گے اس وقت تک بچوں پہ اثر نہیں ہوگا۔ اس لئے فجر کی نماز کے لئے بھی اٹھیں اور اس کے بعد تلاوت کے لئے اپنے پر فرض کریں کہ تلاوت کرنی ہے پھر نہ صرف تلاوت کرنی ہے بلکہ توجہ سے پڑھنا ہے اور پھر بچوں کی بھی نگرانی کریں کہ وہ بھی پڑھیں، انہیں بھی پڑھائیں۔ جو چھوٹے بچے ہیں ان کو بھی پڑھائیں۔'' (خطبہ جمعہ 16 ستمبر 2005ء خطبات مسرور جلد سوم صفحہ 565)

'' ہر احمدی اپنے جائزے لے، غور کرے، گھروں میں اپنے بیوی بچوں کے جائزے لے۔ مائیں بچوں کو شروع سے ہی اس کی اہمیت سے آگاہ کریں۔ ہر روز کی تلاوت کے بعد جائزے لینا چاہئے کہ اس میں بیان کردہ جو حکم ہیں، اوامر اور نواہی ہیں کرنے اور نہ کرنے کی باتیں ہیں۔ ہم کس حد تک ان پر عمل کر رہے ہیں۔ تبھی ہم اپنی اصلاح کی کوشش کر سکتے ہیں۔ پس دعا کے ساتھ اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔'' (خطبات مسرور جلد سوم صفحہ 569-568)

'' اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کی تلاوت کی اہمیت بیان فرمائی ہے کہ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اور قرآن اور فجر کی تلاوت کو اہمیت دو۔ اور پھر فرمایا اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا (بنی اسرائیل: 79) کہ یقیناً فجر کو قرآن پڑھنا ایسا ہے کہ اس کی گواہی دی جاتی ہے۔ پس یہ صبح کے وقت کی تلاوتیں ہر مومن کے لئے گواہ بن رہی ہوں گی۔ لیکن کیا صرف پڑھ لینا ہی کافی ہے۔ ہماری دنیا و آخرت سنوارنے کے لئے اور ہمارے حق میں گواہی دینے کے لئے صرف اتنا ہی کافی نہیں بلکہ جو تلاوت کی ہے اس کا سمجھنا بھی ضرورت ہے''۔

(خطبات مسرور جلد سوم صفحہ 625 خطبہ جمعہ 21 اکتوبر 2005ء)

حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

نماز کو سنوار کر ادا کرو

ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں جلدی جلدی نماز پڑھی تو آپؐ نے اسے فرمایا تمہاری نماز نہیں ہوئی۔ پھر اسے نماز پڑھنے کا طریق سکھایا۔ فرمایا جب تم نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو تو تکبیر کہو پھر حسبِ توفیق قرآن کی تلاوت کرو۔ پھر پورے اطمینان سے رکوع کرو۔ پھر سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ پھر پورے اطمینان کے ساتھ سجدہ کرو۔ پھر سجدہ کے بعد اطمینان کے ساتھ بیٹھو۔ اسی طرح ساری نماز ٹھہر ٹھہر کر سنوار کر پڑھو۔

(بخاری کتاب الاذان باب وجوب القراءة للامام حدیث نمبر: 715)

جس کا مقصود آخرت ہو

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا مقصود آخرت ہو اللہ تعالیٰ اس کے دل میں غنا پیدا کر دیتا ہے اور اس کی طبیعت میں بشاشت پیدا کرتا ہے اور دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آتی ہے اور جس کا مقصود دنیا ہو اللہ اس کی دونوں آنکھوں کے سامنے غربت رکھ دیتا ہے اور اس کی طبیعت میں گھٹن پیدا کرتا ہے اور اسے دنیا اتنی ہی ملتی ہے جتنی مقدر ہو۔

(جامع ترمذی کتاب القیامة حدیث نمبر 2389)

کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی رسائی

حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تسبیح نصف میزان ہے اور الحمدللہ اس کو بھر دیتا ہے۔ اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور خدا تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہیں اور وہ سیدھا خدا کے حضور پہنچتا ہے۔

(جامع ترمذی کتاب الدعوات حدیث نمبر 3440)

مخالف والدین سے حسن سلوک

حضرت اسماءؓ بیان کرتی ہیں کہ صلح حدیبیہ کے بعد میری مشرک والدہ اپنے والد کے ساتھ مدینہ آئیں تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میری والدہ آئی ہے اور مجھ سے اچھی امیدیں رکھتی ہے۔ کیا میں اس سے صلہ رحمی کروں؟ فرمایا ہاں اس کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔ (صحیح بخاری کتاب الجزیہ حدیث نمبر 3012)

اللہ تعالیٰ کا بندے سے محبت کا اشتیاق

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ جو شخص مجھ سے بالشت بھر قریب ہوتا ہے میں اس سے گز بھر قریب ہوتا ہوں۔ اگر وہ مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں۔ اور جب وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر جاتا ہوں۔

(صحیح بخاری کتاب التوحید حدیث نمبر 6856)

کلام الامام علیہ السلام

موجودہ زمانہ کے لئے بڑی عبادت

"ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ اس زمانہ کے درمیان جو فتنہ اسلام پر پڑا ہوا ہے اس کے دور کرنے میں کچھ حصہ لے۔ بڑی عبادت یہی ہے کہ اس فتنہ کے دُور کرنے میں ہر ایک مسلمان کچھ نہ کچھ حصّہ لے۔ اس وقت جو بدیاں اور گستاخیاں پھیلی ہوئی ہیں چاہیے کہ اپنی تقریر اور علم کے ذریعہ سے اور ہر ایک قوت کے ساتھ جو اس کو دی گئی ہے مخلصانہ کوشش کے ساتھ ان باتوں کو دنیا سے اٹھا دے...... غور کرو کہ دنیا میں اس طرح کا مظلوم کہاں ملے گا جیسا کہ ہمارے نبی ﷺ ہیں، کوئی گند اور گالی اور دشنام نہیں جو آپ کی طرف نہ پھینکی گئی ہو، کیا یہ وقت ہے کہ مسلمان خاموش ہو کر بیٹھ رہیں؟! اگر اس وقت کوئی شخص کھڑا نہیں ہوتا اور حق کی گواہی دے کر جھوٹے کے منہ کو بند نہیں کرتا اور جائز رکھتا ہے کہ کافر لوگ بے حیائی سے ہمارے نبی ﷺ پر اتہام لگاتے جائیں اور لوگوں کو گمراہ کرتے جائیں تو یاد رکھو وہ بیشک بڑی باز پرس کے نیچے ہے۔ چاہیے کہ جو کچھ علم اور واقفیت تمہیں حاصل ہے وہ اس راہ میں خرچ کرو اور لوگوں کو اس مصیبت سے بچاؤ۔" (ملفوظات جلد اول صفحہ 261)

جو کرنا ہے اب کر لو

(حضرت) مفتی محمد صادق صاحبؓ کو فرمایا جبکہ انہوں نے مسٹر ویب کا ایک خط سنایا کہ: "اُن کو لکھ دو کہ عمر گزرتی جاتی ہے جو کرنا ہے اب کر لو۔ دن بدن قُویٰ کمزور ہوتے جاتے ہیں۔ دس برس پہلے جو قُویٰ تھے وہ آج کہاں ہیں؟ گزشتہ کا حساب کچھ نہیں۔ آئندہ کا اعتبار نہیں۔ جو کچھ کرنا ہو آدمی کو موجودہ وقت کو غنیمت سمجھ کر کرنا چاہیے۔ اب اسلام کی خدمت کر لو۔ اوّل واقفیت پیدا کرو کہ ٹھیک اسلام کیا ہے؟ اسلام کی خدمت جو شخص درویشی اور قناعت سے کرتا ہے وہ ایک معجزہ اور نشان ہو جاتا ہے۔ جو جمعیت کے ساتھ کرتا ہے اس کا مزا نہیں آتا کیونکہ توکل علی اللہ کا پورا لطف نہیں رہتا۔ اور جب توکّل پر کام کیا جاوے تو خدا مدد کرتا ہے اور یہ باتیں روحانیت سے پیدا ہوتی ہیں۔ جب روحانیت انسان کے اندر پیدا ہو تو وہ وضع بدل دیتا ہے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح پر صحابہؓ کی وضع بدل دی۔ یہ سارا کام اُس کشش نے کیا جو صادق کے اندر ہوتی ہے۔ یہ خیالات باطل ہیں کہ کئی لاکھ روپیہ ہو تو کام چلے۔ خدا تعالیٰ پر توکّل کر کے جب ایک کام شروع کیا جاوے اور اصل غرض اس کے دین کی خدمت ہو تو وہ خود مددگار ہو جاتا ہے اور سارے سامان اور اسباب بہم پہنچاتا ہے۔" (ملفوظات جلد دوم صفحہ 287۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

فرمودات
حضرت خلیفۃ المسیح الخامس
ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

"ہمیشہ یاد رکھیں کہ خلافت کے ساتھ عبادت کا بڑا تعلق ہے۔ اور عبادت کیا ہے؟ نماز ہی ہے۔ جہاں مومنوں سے دلوں کی تسکین اور خلافت کا وعدہ ہے وہاں ساتھ ہی اگلی آیت میں اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ کا بھی حکم ہے۔ پس تمکنت حاصل کرنے اور نظام خلافت سے فیض پانے کے لئے سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ نماز قائم کرو، کیونکہ عبادت اور نماز ہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے والی ہوگی۔ ورنہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے اس انعام کے بعد اگر تم میرے شکر گزار بنتے ہوئے میری عبادت کی طرف توجہ نہیں دو گے تو نافرمانوں میں سے ہو گے۔ پھر شکر گزاری نہیں ناشکر گزاری ہوگی اور نافرمانوں کے لئے خلافت کا وعدہ نہیں ہے بلکہ مومنوں کے لئے ہے۔ پس یہ انتباہ ہے ہر اس شخص کے لئے جو اپنی نمازوں کی طرف توجہ نہیں دیتا کہ نظام خلافت کے فیض تم تک نہیں پہنچیں گے۔ اگر نظام خلافت سے فیض پانا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل کرو کہ یَعْبُدُوْنَنِیْ یعنی میری عبادت کرو۔ اس پر عمل کرنا ہوگا۔ پس ہر احمدی کو یہ بات اپنے ذہن میں اچھی طرح بٹھا لینی چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے اس انعام کا، جو خلافت کی صورت میں جاری ہے، فائدہ تب اٹھا سکیں گے جب اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہوں گے......"

"جہاں اللہ تعالیٰ خلافت کے ذریعہ تمکنت عطا کرنے کا وعدہ فرماتا ہے، وہاں اسے اپنی عبادت سے مشروط کرتا ہے اور اگلی آیت میں عبادت کی وضاحت کی کہ نماز کو قائم کرنے والے لوگ ہوں گے۔ لیکن جہاں یہ ذکر ہے کہ نماز کو قائم کرنے والے ہوں گے وہ صرف نماز کے بارے میں ہی نہیں فرمایا، بلکہ ساتھ ہی فرمایا کہ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ کہ زکوٰۃ ادا کرو۔ **زکوٰۃ اور مالی قربانی بھی استحکام خلافت اور تمہارے اس انعام پانے کا ذریعہ ہے۔** اور پھر آگے فرمایا وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ اور رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ ہم احمدی خوش قسمت ہیں کہ رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہوئے اس کے مسیح و مہدی کو مانا جس کے ساتھ آنحضرت ﷺ نے خلافت کی دائمی خوشخبری فرمائی تھی۔

پس **خلافت کا نظام بھی اطاعت رسول کی ایک کڑی ہے** اور اس دور میں اگر دین کی ضروریات کے لئے مالی تحریکات کی جاتی ہیں جو اگر زکوٰۃ سے پوری نہ ہو سکیں تو یہ عین اللہ اور رسول کی منشاء کے مطابق ہے...... جن پر زکوٰۃ فرض ہے، ان کو میں توجہ دلاتا ہوں کہ زکوٰۃ دینی لازمی ہے وہ ضرور دیا کریں۔۔۔۔ خلافت نبوت کے سلسلے کی ایک کڑی ہے اور اس زمانے میں خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کی پیشگوئی ہے۔ اس لئے خلفاء کے مقرر کردہ چندے اور تحریکات اللہ تعالیٰ اور رسول کے حکم کے مطابق ہیں اس لئے ان کی ادائیگی کی طرف توجہ ہونی چاہئے...... پس خلافت کے ساتھ وابستہ ہو کر جہاں قیام نماز ہوگا، زکوٰۃ کی ادائیگی ہوگی، نمونے ہوں گے جس سے دین کی تمکنت قائم ہو، وہاں اللہ اور رسول کے حکموں پر عمل کر کے ایک مومن اللہ تعالیٰ کے رحم کا وارث بھی بن رہا ہوگا۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 13 اپریل 2007ء (23 شہادت 1386 ہجری شمسی))

تعلیمی پرچہ جات میں اعلیٰ کامیابی

پیپر 3و4

مجلس ووکنگ: سید منصور شاہ صاحب۔حمید شیخ صاحب۔خورشید احمد سید صاحب۔اسداللہ خان صاحب۔ چوہدری ارشد محمود صاحب۔کاشف محمود صاحب۔ناصر احمد صاحب۔ سید شرجیل جیلانی صاحب۔طاہر محمود صاحب۔عبدالرشید احمد صاحب۔محمد مبارک صاحب۔

مجلس ٹوٹنگ: دین محمد صاحب۔سرفراز احمد صاحب۔عبدالماجد صاحب۔نوید احمد ناگی صاحب۔محمد اقبال گوندل صاحب۔ناصر احمد صاحب۔میر حامد یوسف صاحب۔محمد اقبال شمس صاحب۔عامر سلیم صدیقی صاحب۔عبدالشکور خان صاحب۔امیر عالم صاحب۔محمد رفیق صاحب۔انیس احمد صاحب۔شیخ بشیر الدین صاحب۔ملک رحیم بخش صاحب۔فیاض احمد صاحب۔ محمد قاسم صاحب۔ظفر محمود نور صاحب۔چوہدری منور احمد آصف صاحب۔محمد خان مجوکہ صاحب۔محمد انور صاحب۔شاہد احمد صاحب۔وسیم احمد صاحب۔شکیل احمد سید صاحب۔طاہر محمود گوندل صاحب۔

پیپر 5

مجلس پریسٹن: پیر داؤد احمد صاحب۔

مجلس ہارٹلے پول: رضوان الیاس صاحب۔ڈاکٹر عبدالکیم صاحب۔مستجاب الرحمٰن صاحب۔داؤد احمد صاحب۔طاہر اقبال صاحب۔فضل عمران صاحب۔خلیل احمد ناصر صاحب۔صداقت احمد صاحب۔

مجلس لیڈیز: حمید احمد صاحب۔جاوید احمد صاحب۔ وسیم احمد بٹ صاحب۔ قمر احمد بٹ صاحب۔سید عبدالہادی رضوی صاحب۔انور امتیاز صاحب۔محمد شعیب صاحب۔

مجلس ٹوٹنگ بیک: فاروق احمد صاحب۔مظفر احمد وڑائچ صاحب۔مرزا حفیظ احمد صاحب۔ عبدالرزاق خان صاحب۔ناصر احمد صاحب۔تنویر خان صاحب۔امتیاز علی مجید صاحب۔مامور احمد خان صاحب۔عطاءاللہ خان صاحب۔عبدالحمید صاحب۔عبدالحمید احمد صاحب۔بشارت احمد صاحب۔قاضی نجیب الدین صاحب۔ ملک نعمان احمد صاحب۔وحید احمد صاحب۔فہیم الدین جنجوعہ صاحب۔ناصر احمد ندیم صاحب۔میاں محمود رفیع صاحب۔سعید احمد صاحب۔

مجلس مسجد فضل: محمود احمد خان صاحب۔ظفر احمد صاحب۔اظہر احمد شاہ صاحب۔مبشر احمد صاحب۔منصور احمد ابرار صاحب۔نصیر الدین ہمایوں صاحب۔عبدالسمیع خان صاحب۔فرید احمد صاحب۔شفیق احمد صاحب۔فضل احمد صاحب۔عرفان شہزاد صاحب۔بشیر احمد ملک صاحب۔عبدالوحید صاحب۔نصیر احمد سعید صاحب۔بشیر احمد کھوکھر صاحب۔نعیم احمد رضا صاحب۔ مظفر احمد صاحب۔بشیر احمد بٹ صاحب۔غلام قادر صاحب۔غلام مصطفیٰ صاحب۔نصیر احمد باجوہ صاحب۔نصیر احمد صاحب۔محمد طارق صفدر صاحب۔محمد اقبال خان صاحب۔ رانا وسیم احمد صاحب۔عبدالتوحید صاحب۔شاہد محمود صاحب۔مبشر احمد چوہدری صاحب۔عطاء الکریم شاہد صاحب۔عمر رسول صاحب۔شریف احمد صاحب۔مظفر احمد صاحب۔محمد احمد صاحب۔ اجمل پاشا صاحب۔ مبشر احمد صاحب۔آغا عبدالکریم عابد صاحب۔اکرم نجمی صاحب۔محمود خان صاحب۔محمد وجیہ الرحمٰن صاحب۔عبدالقدوس صاحب۔اقبال احمد صاحب۔ظہیر احمد صاحب۔ نوید احمد قریشی صاحب۔مرزا نصیر احمد صاحب۔بشیر احمد طاہر صاحب۔خیر محمد پاشا صاحب۔محمد محسن اعوان صاحب۔ادغیو گونیلا صاحب۔محمد احمد صاحب۔شکیل احمد صاحب۔

مجلس ویسٹ ہل: خواجہ منیر الدین صاحب۔محمود احمد صاحب۔چوہدری محمود احمد صاحب۔سید ظفر محمود صاحب۔ احمد نور عدنان صاحب۔خالد محمود اکرم صاحب۔محمد افضال ڈار صاحب۔ عبدالحئی صاحب۔حفیظ احمد قدیر صاحب۔مبارک احمد چیمہ صاحب۔سید دلنواز گیلانی صاحب۔ شاہد احمد صاحب۔مظفر احمد ثاقب صاحب۔رانا عبدالباسط صاحب۔طارق محمود صاحب۔محمد اسماعیل صاحب۔ حمید کرامت صاحب۔چوہدری محمود احمد صاحب۔ شاہد صاحب۔مرزا سلامت اللہ صاحب۔محمد علی خان صاحب۔مظہر احمد چیمہ صاحب۔آفتاب احمد صاحب۔عمران ایم شیخ صاحب۔محمد خان صاحب۔طلعت راجا صاحب۔طارق محمود صاحب۔اعجاز احمد صاحب۔

مجلس ایڈنبرا: حفیظ الرحمٰن صاحب۔

اعلان برائے داخلہ جامعہ احمدیہ یوکے 2015ء

جامعہ احمدیہ یوکے کی درجہ ممہدہ کیلئے داخلہ ٹیسٹ (تحریری امتحان وانٹرویو) 28اور 29 جولائی 2015ءکو انشاءاللہ جامعہ احمدیہ یوکے میں ہوگا۔

داخلہ ٹیسٹ میں شمولیت کے قواعد حسب ذیل ہیں:۔

تعلیمی معیار: درخواست دہندہ کے کم از کم چھ مضامین میں جی سی ایس ای (GCSE) کم از کم تین مضامین میں اے لیولز (A-Levels) یا اس کے مساوی تعلیم میں C گریڈ سے کم گریڈ یا 60% سے کم نمبر نہ ہوں۔

عمر: GCSE پاس کرنے والے طالب علم کی زیادہ سے زیادہ عمر 17 سال اور A-Levels پاس کرنے والے طالبعلم کی زیادہ سے زیادہ عمر 19 سال ہونی چاہئے۔

میڈیکل رپورٹ: درخواست دہندہ کی صحت کے متعلق ڈاکٹر (GP) کی طرف سے تفصیلی میڈیکل رپورٹ انگریزی زبان میں درخواست کے ساتھ منسلک ہونی چاہئے۔

تحریری ٹیسٹ وانٹرویو: درخواست دہندہ کا ایک تحریری ٹیسٹ اور ایک انٹرویو ہوگا جس میں سے ہردو میں پاس ہونا لازمی ہے۔انٹرویو کے لئے صرف اسی کینڈیڈیٹ کو بلایا جائے گا جو تحریری ٹیسٹ میں کامیاب قرار پائے گا۔تحریری ٹیسٹ اور انٹرویو کے لئے قرآن کریم ناظرہ، وقف نو سلیبس اور انگریزی و اردو زبان لکھنا، پڑھنا اور بولنا بنیادی نصاب ہوگا۔تاہم ترجمہ قرآن کریم اور کتب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ میں بھی کینڈیڈیٹ کا اس طور پر جائزہ لیا جائے گا کہ اس میں ان کے پڑھنے کا رجحان موجود ہے کہ نہیں۔

درخواست دینے کا طریق: متعلقہ درخواست فارم پر درج ذیل دستاویزات کے ساتھ ہی درخواست قابل قبول ہوگی:

- درخواست فارم مع تصدیق نیشنل امیر صاحب۔
- درخواست دہندہ کی صحت کی بابت تفصیلی میڈیکل رپورٹ (بزبان انگریزی)۔
- جی سی ایس سی/اے لیولز کے سرٹیفکیٹ کی مصدقہ نقل۔نتیجہ کے انتظار کی صورت میں سکول یا ٹیوٹر کی طرف سے متوقع گریڈز (Projected Grades) پر مشتمل خط۔
- پاسپورٹ کی مصدقہ نقل۔
- درخواست دہندہ کی ایک عدد پاسپورٹ سائز فوٹو۔

متفرق ہدایات:

- درخواست میں امیدوار کے نام کے سپیلنگ وہی لکھے جائیں جو پاسپورٹ میں درج ہیں۔
- مصدقہ درخواست جامعہ احمدیہ یوکے میں 30 جون 2015ء تک پہنچنی لازمی ہے، اس کے بعد موصول ہونے والی درخواستوں پر کارروائی نہیں کی جائے گی۔

جامعہ احمدیہ یوکے کا ایڈریس درج ذیل ہے:

Jamia Ahmadiyya UK
Branksome Place, Hindhead Road
Haslemere GU27 3PN
Tel: +44(0)1428647170; +44(0)1428647173
Mob: +44(0)7988461368
Fax: +44(0)1428647188

- رابطہ کیلئے جامعہ احمدیہ کے اوقات سوموار تا ہفتہ صبح آٹھ سے دوپہر دو بجے تک ہیں۔

(پرنسپل جامعہ احمدیہ یوکے)

قرآنی قسموں کی فلاسفی

مرتبہ : سعد محمود باجوہ مربیٔ سلسلہ

علیم وخبیر خدا کے حکیم کلام، قرآن کریم میں قسم کھانے کے متعلق آیات ملتی ہیں۔ بعض مقامات پر انسانوں کو حکم ہے کہ قسم کھائیں اور بعض مقامات پر خود خدا تعالیٰ نے قسم کھائی ہے۔ ذیل کا مضمون اس قرآنی حکم کی حکمت کو واضح کرنے کے لیے مرتب کیا گیا ہے کہ قسم کیوں کھائی جاتی ہے اور خدا تعالیٰ کا اپنی موجدات کی قسم کھانا کس حکمت سے ہے۔

عربی زبان میں قسم کے لئے مستعمل الفاظ

عربی زبان میں قسم کے لیے بالعموم تین الفاظ استعمال ہوتے ہیں:

۱۔حلف ۔۲۔یمین ۳۔قسم

ان الفاظ کی وضاحت بیان فرمودہ حضرت مصلح موعودؓ مختصراً حسبِ ذیل ہے:

حلف: قسم کے لئے بنیادی لفظ ''حلف'' ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں حَلَفَ بِاللّٰہِ حَلْفًا اور اسکے معنی یہ ہیں اَقْسَمَ بِہٖ (اقرب) اس نے خدا تعالیٰ کی قسم کھائی۔

عربی زبان میں جہاں حاء، لام اور فاء اکٹھے ہونگے وہاں دو معنے ضرور پائے جائیں گے۔ ایک یہ کہ کسی چیز کو کسی دوسری چیز سے جوڑنا اور دوسرے یہ کہ کسی چیز کو پھاڑنا، جلانا اور نقصان پہنچانا۔ ان دونوں معنوں کو اگر مدنظر رکھا جائے تو حلف کے یہ معنی ہونگے کہ ایک کو دوسرے کے ساتھ ملانا مگر اس طرح کہ بعض صورتوں میں قطع تعلق اور مخالفت کا بھی خطرہ ہو اور یہی غرض حلف کی ہوتی ہے۔ انسان قسم اس لیے کھاتا ہے کہ جس کا حلف اٹھاتا ہے اسے اپنا گواہ اور ساتھی قرار دیتا ہے اس شرط کے ساتھ کہ اگر اس کا نام میں غلط طور پر لیتا ہوں تو وہ مجھے سزا دے یا میرے جھوٹ پر گواہ ہو۔ پس حلف کا مفہوم یہ ہوا کہ بندہ ایک طرف تو خدا کو اپنے ساتھ ملاتا ہے اور کہتا ہے خدا میرے ساتھ ہے۔ اور اسکا علم میری اس بات کی تصدیق کرتا ہے اور دوسری طرف وہ یہ کہتا ہے کہ اگر میں نے جھوٹ بولا تو میں جلایا جاؤں، پھاڑا جاؤں، تباہ کر دیا جاؤں۔

قسم: دوسرا لفظ عربی زبان میں ''قسم'' ہی ہے۔ کہتے ہیں اَقْسَمَ بِاللّٰہِ اس نے اللہ کی قسم کھائی یا اُقْسِمُ بِاللّٰہِ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں۔

اس کا ثلاثی قَسَمَ ہے جس کے تین معنی ہیں:

1۔ قَسَمَ الرَّجُلُ الْمَالَ : جَزَّ ئَاہُ اَوْفَرَزَہٗ اَجْزَائًا (اقرب) اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے یا اس کو تقسیم کر دیا۔

2۔ نیز کہتے ہیں قَسَمَ الدَّھْرُ الْقَوْمَ: فَرَّقَھُمْ (اقرب) قوم کو گردشِ زمانہ نے بکھیر دیا ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

3۔ پھر کہتے ہیں قَسَمَ فُلَانٌ اَمْرَہٗ: قَدَّرَ ہٗ وَ نَظَرَ فِیْہِ کَیْفَ یَفْعَلُ اَوْ لَمْ یَدْرِ مَا یَصْنَعُ فِیْہِ (اقرب) یعنی جب یہ کہیں کہ اس نے اپنے کام کی تقسیم کی تو اس کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ اس کا اندازہ کیا اور اس کے متعلق غور کیا کہ اسے وہ کس طرح کرے یا وہ شک میں پڑ گیا کہ اس کام کو کس طرح انجام دے۔

اَقْسَمَ بِاللّٰہِ کے معنی حَلَفَ بِہٖ کے ہی ہیں۔ چونکہ اَقْسَمَ کے اور کوئی معنی عربی میں استعمال نہیں ہوتے اس لیے ثلاثی مجرّد سے ہی اس کے معنوں کی حقیقت معلوم کرنا پڑے گی۔ اور چونکہ اس کا فعل ثلاثی مجرّد متعدی ہے اس لیے باب افعال کا ہمزہ سلب کے معنوں کے لیے زیادہ موزوں ہوگا جو اس باب کے ہمزہ کے مختلف معنوں میں سے ایک معنے ہیں۔ یعنی جو قَسَمَ کے معنی تھے وہ اَقْسَمَ بِاللّٰہِ میں آکر سلبی صورت اختیار کرلیں گے۔ وہاں اس کے معنی تھے ٹکڑے کر دیا یا بکھیر دیا اور یہاں یہ معنی ہونگے کہ اختلاف دور کر دیا اور ٹکڑوں کو ملا دیا۔ گویا اس میں ملانے کے معنی پائے جاتے ہیں جو حلف کے معنوں سے مل جاتے ہیں۔ اسی طرح قَسَمَ فُلَانٌ اَمْرَہٗ کے معنی یہ تھے کہ وہ شک میں اور تردّد میں پڑ گیا۔ ایسے شک اور تردّد میں کہ لَمْ یَدْرِ مَا یَصْنَعُ فِیْہِ اُسے کچھ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ اس بارے میں کیا کرے۔ لیکن اَقْسَمَ کے معنی ہونگے کہ اس نے شک کو دور کر دیا۔ گویا ازالہ شک والی چیز بن گئی۔ یہ معنے بھی حلف والے معنوں سے مل جاتے ہیں کیونکہ حلف کے ذریعہ انسان دوسرے کے تردّد کو دور کرتا اور یقین دلاتا ہے کہ جو کچھ کر رہا ہے وہ بالکل درست ہے۔ گویا ہمزہ کو اگر ہم سلبی مانیں تو حلف کے معنوں سے اسکے معنے بالکل مل جاتے ہیں۔ حلف میں بھی ملانے اور اکٹھا کرنے کے معنی تھے اور اس میں بھی ٹکڑوں کو ملانے اور اختلاف کو دور کرنے کا مفہوم شامل ہے۔ اسی طرح وہاں بھی تردّد کو دور کرنے کا مفہوم تھا اور یہاں بھی یہی مفہوم ہے کہ اس نے تردّد دور کر دیا۔

یمین: تیسرا لفظ قسم کے لیے عربی زبان میں ''یمین'' آتا ہے۔ اس لفظ کو قسم کے لیے اس لیے استعمال نہیں کرتے کہ اس میں قسم کی طرف کوئی معنوی اشارہ پایا جاتا ہے۔ بلکہ یمین کا لفظ اس لیے استعمال کرتے ہیں کہ عرب لوگ قسم کھا کر جب معاہدہ کرتے تھے تو ایک دوسرے کے دائیں ہاتھ کو چھوتے تھے۔ پس چونکہ اس موقع پر اَیَامَن ملائے جاتے ہیں اس لیے قسم کے لیے بھی یمین کا لفظ استعمال ہونے لگا۔ گویا یمین کا لفظ صرف قسم کے ایک ذریعہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

خلاصہ لغوی تحقیق

پس قسم کے بارہ میں لغت کی شہادت صرف حلف اور قسم کے لفظوں سے ملتی ہے۔ ان دونوں لفظوں سے یہ شہادت ملتی ہے کہ حلف اور قسم کے لفظوں کی غرض مشترک، اتحاد پیدا کرنا، شک کو دور کرنا، سزا دینا اور قطع کرنا ہے۔ یعنی ایک طرف قسم کے ذریعہ انسان خدا تعالیٰ سے اتحاد پیدا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس میں میرا علم اور خدا تعالیٰ کا علم ایک ہی ہے اور دوسری طرف وہ یہ بات پیش کرتا ہے کہ اگر میں نے یہ بات غلط کہی ہے تو اللہ تعالیٰ کی سزا مجھ پر نازل ہو۔

الغرض قسم کی غرض عربی زبان میں یہ ٹھہری کہ ایک وجود دوسرے وجود سے اپنا اتحاد ثابت کر کے اسے اپنے سچے ہونے کی دلیل قرار دیتا ہے اور اس میں غلط ہونے کی صورت میں قطع وعذاب کا مطالبہ کرتا ہے۔

انسان کے قسم کھانے کا مفہوم

انسان جب قسم کھاتا ہے تو اس کی قسم کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا حکم سچ بولنے کا ہے۔ اگر میں جھوٹ بولتا ہوں تو اس کا حکم توڑتا ہوں اور اس کے غضب کو اپنے اوپر بھڑکاتا ہوں اس لیے میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں سچ بول رہا ہوں تاکہ اگر میں جھوٹ بول رہا ہوں تو اللہ تعالیٰ میرے جھوٹ اور نافرمانی کی وجہ سے مجھے سزا دے۔ گویا انسان جب اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جھوٹ کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کا غضب بھڑکا کرتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ جھوٹ کو ناپسند کرتا ہے۔ ایسی حالت میں جب میں خدا کی قسم کھا کر کوئی جھوٹی بات کہتا ہوں تو گویا اس کے غضب کو میں اور بھی بھڑکاتا ہوں۔ کیونکہ اوّل خدا کا حکم تھا کہ میں سچ بولوں مگر میں نے خدا کے حکم کو توڑا اور سچ بولنے کی بجائے جھوٹ سے کام لیا۔ دوسرے ایک زائد بات یہ کی کہ میں نے یہ کہا کہ خدا اس بات کا گواہ ہے کہ میں سچ بول رہا ہوں۔ گویا ایک تو خدا تعالیٰ کا حکم توڑا اور دوسرا نہ صرف جھوٹ بولا بلکہ اس میں خدا تعالیٰ کو بھی شریک کرنا چاہا کہ وہ بھی گواہ ہے کہ میں سچ بول رہا ہوں۔

یہ بات ظاہر ہے کہ انسان سے کوئی عام گناہ صادر ہوگا تو خدا تعالیٰ کی غیرت اس کے خلاف اتنی نہیں بھڑکے گی جتنی اس صورت میں بھڑکے گی کہ جب وہ خدا تعالیٰ کو بھی اپنے گندے فعل میں شریک کرنا چاہے گا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہر گناہ پر خدا تعالیٰ کی غیرت بھڑکتی ہے مگر گناہ گناہ میں فرق ہوتا ہے۔ کسی پر اس کی غیرت کم بھڑکتی ہے اور کسی پر اس کی غیرت زیادہ بھڑکتی ہے۔ جب کوئی شخص اپنے گناہ میں خدا تعالیٰ کو بھی شریک کرنا چاہے گا تو یہ لازمی بات ہے کہ اس پر خدا تعالیٰ کی غیرت زیادہ بھڑکے گی۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ جیسے اگر کوئی شراب پیے تو ہم کہیں گے کہ وہ بہت برا کرتا ہے لیکن اگر اسے شراب سے منع کیا جائے اور وہ کہے کہ فلاں بزرگ بھی شراب پیتا ہے اور وہ بزرگ ایسا ہو جس کی عزت لوگوں کے دلوں میں ہو تو اس کے خلاف لوگوں کو اور زیادہ غصہ آئے گا کہ ایک تو تم شراب پیتے ہو اور دوسرے شراب کے گناہ میں ایک بزرگ کو بھی ملوث کرنا چاہتے ہو۔ اسی طرح ہر گناہ خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب ہوتا ہے مگر جب کوئی جھوٹی قسم کھاتا ہے تو وہ اس کی ناراضگی کو اور زیادہ بھڑکاتا ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کو بھی اپنے جھوٹ میں شریک کرتا ہے۔

قسم کے معنی درحقیقت خدا تعالیٰ کو اپنے فعل میں شریک کرنے کے ہوتے ہیں۔ پس اگر ہو سچی بات ہے جس پر کوئی شخص قسم کھاتا ہے تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں۔ مثلاً وہ قسم کھا کر کہتا ہے کہ میں نماز پڑھتا ہوں اور واقعہ بھی یہی ہے کہ وہ نماز پڑھا کرتا ہے تو اس میں خدا تعالیٰ کی غیرت بھڑکنے کا کوئی سوال ہی نہیں۔ خدا تعالیٰ بہرحال جانتا ہے کہ وہ نماز پڑھا کرتا ہے اور جو کچھ کہتا ہے وہ سچ کہہ رہا ہے۔ لیکن اگر وہ نماز نہیں پڑھتا اور کہتا ہے کہ خدا کی قسم! میں نماز پڑھا کرتا ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ اپنے فریب اور دغا میں خدا تعالیٰ کو بھی شامل کرتا ہے۔ اور جب وہ ایسا کرتا ہے تو خدا تعالیٰ کی غیرت اس کے خلاف بھڑکتی ہے۔

گویا قسم کا منشا یہ ہوتا ہے کہ سننے والے کی تسلی ہو جائے۔ جب کوئی شخص کہتا ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے ایسا فعل کیا تو خدا تعالیٰ تو اس کی سچائی کی شہادت اپنی زبان سے نہیں دیتا اور نہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ قسم کے بعد اللہ تعالیٰ نے یوں کہا کہ ہاں میرا یہ بندہ سچ بول رہا ہے۔ لیکن باوجود اس کے جو شخص قسم کھاتا ہے وہ بھی سمجھ رہا ہوتا ہے کہ اگر میں نے جھوٹی قسم کھائی تو خدا تعالیٰ کی گرفت میں آجاؤں گا اور سننے والا بھی سمجھتا ہے کہ اگر اس نے جھوٹ بولا تو چونکہ اس نے اپنے جھوٹ میں خدا تعالیٰ کو بھی شریک کر لیا ہے اس لیے وہ اسے سزا دیے بغیر نہیں چھوڑے گا۔ پس قسم میں ایک دوسرے کو اس بات کا یقین دلانا مدنظر ہوتا ہے کہ میں خدا تعالیٰ کو بھی اپنے بیان کا گواہ بناتا ہوں گویا میرے علم اور خدا تعالیٰ کے علم میں جہاں تک اس بات کا تعلق ہے بالکل مطابقت ہے، کوئی بات خلاف حقیقت میں نے بیان نہیں کی۔ دوسرے سننے والے کو تسلی ہو جاتی ہے کہ اگر قسم کھانے والے نے خدا کو اپنے جھوٹ میں شریک کیا تو ہمیں گھبرانے کی ضرورت نہیں خدا تعالیٰ خود اسے سزا دے گا۔

الغرض یہ حکمت ہے جو قسموں میں پائی جاتی ہے۔ ایک طرف انسان خدا تعالیٰ سے اپنے اتحاد کا اظہار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس بارہ میں میرا علم اور خدا کا علم ایک ہی ہے۔ مثلاً وہ کہتا ہے کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ زید لاہور گیا ہے تو اس کے دوسرے لفظوں میں یہ معنی ہوتے ہیں کہ خدا تعالیٰ جو علیم و خبیر ہے جو زمین و آسمان کے ذرہ ذرہ کے حالات کو جاننے والا ہے وہ جانتا ہے کہ میں سچ بول رہا ہوں۔ دوسرے سننے والے کو تسلی ہو جاتی ہے کہ اگر اس نے افتراء سے کام لیا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے خود پکڑے گا۔ اس وقت ہمیں بھی معلوم ہو جائے گا کہ اس شخص نے جھوٹ اور افتراء سے کام لیا تھا۔

قسم کے متعلق اسلامی تعلیم

اسلام میں قسم کھانے کے متعلق سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام فرماتے ہیں:

”یہ امر بالکل غلط ہے کہ اسلام میں قسم کھانا منع ہے۔ تمام نیک انسان مسلمانوں میں سے ضرورتوں کے وقت قسم کھاتے آئے ہیں۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم نے بھی ضرورتوں کے وقت قسم کھائی۔ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بارہا قسمیں کھائیں۔ خود خدا تعالیٰ نے قرآن میں قسمیں کھائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں مجرموں کو قسمیں دلائی گئیں۔ قسموں کا قرآن شریف میں صریح ذکر ہے۔ شریعتِ اسلام میں جب کسی اور ثبوت کا دروازہ بند ہو یا پیچیدہ ہو تو قسم پر مدار رکھا جاتا ہے۔ اور صحیح بخاری جو بعد کتاب اللہ اصح الکتب ہے اس میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو مخاطب کر کے قسم کھا کر فرمایا کہ مسیح موعود جو آنے والا ہے جو تمہارا امام ہوگا وہ تم میں سے ہی ہوگا۔ یعنی اس امت میں سے ہوگا آسمان سے نہیں آئے گا۔ پھر صحیح بخاری جلد نمبر 4 ص106 میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قسموں کا ایک باب باندھا ہے۔ اس باب میں بہت سی قسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لکھی ہیں جو دس سے کم نہیں۔ ایسا ہی صحیح نسائی جلد ثانی صفحہ 138 کتاب الایمان والنذر میں صفحہ 139 تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قسموں کا ذکر ہے۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَ يَسْتَنْبِئُوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ قُلْ اِيْ وَ رَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ﴾ (یونس:84) یعنی تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ حق ہے۔ کہہ مجھے خدا کی قسم ہے کہ یہ حق ہے۔ ایسا ہی قرآن شریف میں یہ آیت ہے {وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ} یعنی

جب تم قسم کھاؤ تو جھوٹ اور بدعہدی اور بدنیتی سے اپنی قسم کو بچاؤ۔ ایسا ہی قرآن شریف میں یہ آیت بھی ہے ﴿ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَیْهِ اِنْ کَانَ مِنَ الْکٰذِبِیْنَ ﴾ (النور:8-7) یعنی شخص ملزم چار قسمیں خدا کی کھائے کہ وہ سچا ہے اور پانچویں قسم میں یہ کہے کہ اس پر خدا کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹا ہے"۔ (مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 512-511 حاشیہ)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:

"قرآن شریف میں جہاں کہیں قسموں کا ذکر ہوتا ہے اس کی تہہ میں کوئی نہ کوئی بڑی حکمت خدا تعالیٰ نے رکھی ہوتی ہے۔ وہ حکمت جاہلوں، عالموں، صوفیوں سب کے لیے ہوتی ہے اور سب کے واسطے یہ قسمیں فائدہ بخش ہوتی ہیں۔ عام لوگوں کی فطرتوں میں اور بالخصوص اہلِ عرب کے دلوں میں یہ بات مرکوز ہے کہ جو شخص جھوٹی قسمیں کھاتا ہے وہ برباد، ذلیل، ناکام اور نامراد ہو جاتا ہے۔ ایک طرف تو مشرکین عرب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کافر سمجھتے تھے۔ دوسری طرف ان کی زبان سے یہ قسمیں سنتے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ قسمیں کھانے والا اگر جھوٹا ہوتا تو ضرور تباہ ہو جاتا لیکن جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابیاں دن بدن ترقی پذیر تھیں تو ان سے ثابت ہوا کہ یہ راستباز ہے۔ فلاسفروں کو ان قسموں سے یہ فائدہ ہوا کہ جہاں کہیں قرآن کریم میں قسم کھائی جاتی ہے اس کی فلسفیانہ ثبوت ضرور ہوتا ہے۔" (حقائق الفرقان جلد 4 صفحہ 202)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:

"مطالب دو قسم کے ہوتے ہیں۔ اوّل بڑے ضروری دوسرے ان سے کم درجے کے۔ بڑے مطالب کو بہ نسبت دوسرے مقاصد کے بلا ریب، تاکید اور براہین و دلائل سے ثابت کیا جاتا ہے۔ یہ میرا دعویٰ بہت صاف اور ظاہر ہے۔ تاکید کے واسطے ہر زبان میں مختلف کلمات ہوا کرتے ہیں۔ ایسے ہی عربی میں بھی تاکید کے لیے بہت صاف الفاظ ہیں مگر ایشیائی زبانوں میں جیسے علی العموم قسم سے بڑھ کر کوئی تاکیدی لفظ نہیں۔ ایسے ہی عربی کے لٹریچر میں بھی قسم سے زیادہ کوئی تاکیدی لفظ نہیں۔

قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا۔ اس لیے اس میں عربی محاورات پر ضروری مطالب میں قسموں کا استعمال بھی ہوا۔

رہی یہ بات کہ اہم اور بہت ضروری مطالب میں براہین اور دلائل کا بیان کرنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ قرآن کریم نے ان مطالب میں قسموں کے علاوہ اور کیا ثبوت دیا ہے۔ سو یاد رہے، جہاں قرآن کریم کسی مطلب پر قسم کو بیان کرتا ہے، وہاں جس چیز کے ساتھ قسم کھائی گئی ہے وہ چیز قانون قدرت میں قسم والے مضمون کے واسطے ایک قدرتی شاہد ہوتی ہے اور یہ قسم قدرتی نظاموں میں اپنے مطلب کی مثبت ہوتی ہے جو قسم کے بعد مذکور ہوگا"۔ (حقائق الفرقان جلد 4 صفحہ 31)

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

"قرآن کریم میں جہاں بھی قسم کا لفظ استعمال ہوتا ہے اس میں ایسی شہادت کا ذکر ہوتا ہے جو پہلے مضمون کی دلیل ہوتی ہے۔ کیونکہ قسم کی بڑی غرض اپنے دعویٰ کو سچا ثابت کرنا ہوتا ہے اور یہی غرض بتمام کمال شہادت سے پوری ہوتی ہے۔"

(تفسیر کبیر زیر آیت یٰس والقرآن الحکیم)

خدا تعالیٰ کے قسم کھانے کی حکمت اور غرض وغایت

یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے قسم کیوں کھائی یا کیوں وہ متعدد مقامات پر قسم کھاتا ہے؟ انسان تو اس لیے خدا تعالیٰ کی قسم کھایا کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ ایک بالا ہستی ہے اور انسان اس کے مقابلے میں بالکل بے بس ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کو اپنے دعویٰ کی تائید میں گواہ کے طور پر پیش کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ اگر میں اس کا نام گواہی کے طور پر یوں ہی لیتا ہوں تو وہ طاقت رکھتا ہے کہ مجھے تباہ کر دے۔ اور اگر وہ باجود اس کا نام جھوٹے طور پر لے دینے کے مجھے تباہ نہ کرے تو سمجھو کہ وہ میرے سچے ہونے کی گواہی دیتا ہے۔ لیکن خدا کے اوپر تو اور کوئی ہستی نہیں ہے جسے وہ اپنے دعویٰ کی سچائی کے ثبوت میں پیش کر سکتا ہو۔ اور جب تمام چیزیں خدا تعالیٰ سے شان اور طاقت میں چھوٹی ہیں تو چھوٹی چیز کی قسم کھانے سے کیا فائدہ۔ ایسی قسم کے تو کوئی معنی ہو ہی نہیں سکتے۔ انسان اگر قسم کھاتا ہے تو بڑی چیز کی کھاتا ہے لیکن خدا تعالیٰ سے بڑی ہستی تو اور کوئی نہیں ہے پھر خدا تعالیٰ نے قسم کیوں کھائی ہے۔ خدا تعالیٰ پر نہ کوئی حاکم ہے اور نہ اس پر کسی کا حکم جاری ہے اور نہ ہی اُسے کوئی سزا دے سکتا ہے۔ تو جب نہ خدا تعالیٰ پر کوئی حاکم ہے، نہ اس پر کسی کا حکم جاری ہے اور نہ اسے کوئی سزا دے سکتا ہے تو سوال یہ ہے کہ پھر اس کے قسم کھانے میں کیا مقصد مد نظر ہو سکتا ہے۔

اسی طرح قسم میں اس امر کا اظہار ہوتا ہے کہ اس بارہ میں میرا علم اور خدا تعالیٰ کا علم یکساں ہے مگر خدا تعالیٰ قسم کھاتا ہے تو اس میں یہ حکمت بھی نہیں ہو سکتی کیونکہ خدا تعالیٰ کا علم بہر حال غالب ہے۔ کسی دوسرے کے ساتھ علم کو یکساں قرار دینے سے اس کے بیان میں کوئی تقویت حاصل نہیں ہو سکتی۔ پس وہ کسی دوسرے کے علم کو اپنے علم کی شہادت کے طور پر پیش نہیں کر سکتا۔ پھر ایسی قسم کا نتیجہ ہی کیا نکلے گا کہ جس کی قسم کھائی ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں بے اختیار ہے اور اس کا علم خدا تعالیٰ کے علم کے مقابلے میں ہیچ ہے۔

پس اب یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ کیا خدا کے لیے قسم کھانی جائز ہے یا نہیں۔ اور جب خدا تعالیٰ قسم کھائے وہاں کیا معنی چسپاں ہوں گے؟

اس ضمن میں حضرت مصلح موعودؓ کے بیان فرمودہ دلائل مختصراً درج ذیل ہیں:

ہم دیکھتے ہیں کہ گو جو کچھ خدا تعالیٰ کہے اس کے انکار کی کسی انسان کو گنجائش نہیں ہو سکتی کیونکہ ہم مانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ہے اور جب وہ ہمیں کہتا ہے کہ بات یوں ہے تو ہم اس کا انکار نہیں کر سکتے۔ لازماً ہمیں ماننا پڑے گا کہ جو کچھ وہ کہہ رہا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے۔ اس لحاظ سے جب قرآن کریم، عربی لغت اور قسم کھانے کے مقاصد کو دیکھا جائے تو مندرجہ ذیل امور ہمارے سامنے آتے ہیں:

ا۔ ضروری تھا کہ جو کلام خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کیا جا رہا ہے اس کے ساتھ اس کی کوئی ایسی دلیل بھی ہو جس سے لوگوں کو تسلی ہو جائے کہ جس کلام کو ہم مان رہے ہیں وہ درحقیقت خدا تعالیٰ ہی کا کلام ہے۔

وہ دلیل حلف ہے جو کہ کلام الٰہی کی صداقت کا ایک بہت بڑا ثبوت ہے۔

خدا تعالیٰ کو اپنے کلام کی صداقت کے ثبوت میں تائیدی شہادات دینا لازمی تھیں اس لیے بھی کہ اول بندوں پر بھی ظاہر ہو جائے کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ دوم کسی جھوٹے کو یہ جرأت نہ ہو کہ وہ بغیر کسی ثبوت کے خدا تعالیٰ کی طرف باتیں منسوب

کرنے لگ جائے کیونکہ یہ بات ظاہری امر ہے کہ ہم نے خدا کو تو بولتے نہیں سنا بلکہ ابتداء سے یہی دعوٰی رہا ہے کہ انبیاء کہتے ہیں کہ یہ خدا کا کلام ہے۔

نیز دنیا میں صداقت کا سب سے بڑا ثبوت حلف کو سمجھا جاتا ہے بلکہ آخری فیصلہ حلف پر ہی قرار پاتا ہے۔ کیونکہ بعض طبائع ایسی ہوتی ہیں جن کو حلف کے بغیر اور کسی بات سے اطمینان نہیں ہوتا۔ جب کوئی قسم کھالیتا ہے تو سننے والے کو اطمینان ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب کوئی یہ تسلیم کرے گا کہ یہ قسمیں خدا نے کھائی ہیں تو وہ کلامِ الٰہی کی صداقت پر بھی ایمان رکھے گا۔ پس حلف کلام الٰہی کی صداقت کا ایک بہت بڑا ثبوت ہے۔

۲۔ وہی حلف، حلف کہلا سکتی ہے جو حلف کی غرض کو پوری کرتی ہو۔ حلف کی یہ ہی غرض ہوتی کہ دوسرے وجود سے اپنا تعلق بنا کر اسے بطور شاہد پیش کیا جائے۔ ان معنوں کے لحاظ سے خدا تعالیٰ بھی قسم کھا سکتا ہے۔

حلف کی ایک غرض یہ ہوتی ہے کہ قسم کھا کر دوسرے کو یقین دلایا جاتا ہے کہ اس بارہ میں خدا اور میں دونوں ایک ہی بات کہتے ہیں۔ اگر کسی چیز کی گواہی اپنی تائید میں پیش کی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ فلاں چیز بھی اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ بالکل درست ہے۔ اس طرح اس چیز کی گواہی بتا دیتی ہے کہ جو کچھ کہا گیا ہے وہ غلط ہے یا درست۔ خدا تعالیٰ چونکہ لوگوں کی نگاہوں سے مخفی ہے اس لیے جب وہ کسی چیز کو بطور گواہ پیش کرے گا تو اس چیز کی گواہی صداقت یا عدم صداقت کو ظاہر کر دے گی۔ اگر وہ چیز گواہی دے دے گی تو ثابت ہو جائے گا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے جو کہا گیا ہے واقعہ میں وہ اسی نے کہا ہے۔ پس خدا تعالیٰ کی قسم کھانے کے یہ معنی ہوں گے کہ وہ اس چیز یا چیزوں کو جن کی وہ قسم کھاتا ہے اپنے دعوٰی کی صداقت کے لیے بطور گواہ پیش کرتا ہے۔

یہ امر یاد رکھنا چاہئے کہ کلامِ الٰہی کے بارہ میں سوال نہیں ہوتا کہ آیا خدا نے سچ کہا ہے یا نہیں بلکہ سوال یہ ہوا کرتا ہے کہ جو بندہ اس کلام کو پیش کر رہا ہے وہ خدا تعالیٰ پر سچ بول رہا ہے یا نہیں۔ پس بحث یہ ہوا کرتی ہے کہ خدا تعالیٰ کا نمائندہ ہونے کا جو دعوٰی مدعی انسان کر رہا ہے وہ سچ ہے یا جھوٹ۔ پس وہ دلیل جو مخلوق کی شہادت کی خدا تعالیٰ کی طرف سے دی جائے وہ اسی امر کو ثابت کرے گی کہ مدعی جو کچھ کہہ رہا تھا سچ کہہ رہا تھا۔ اس کا پیش کردہ کلام سچ مچ خدا کی طرف سے تھا اس لئے وہ شخص سچا ہے۔ پس مخلوق نے خدا تعالیٰ کو سچا ثابت نہیں کیا بلکہ اس مدعی کو سچا ثابت کیا جو خدا تعالیٰ کی طرف ایک کلام منسوب کر رہا تھا۔ پس جب کسی پیش گوئی کے مطابق دریا، پہاڑ، سورج، چاند گواہی دینے لگ جائیں تو ان کی گواہی اس بات کو ثابت کرے گی کہ اس دشمن نے جھوٹ نہیں کہا۔

اس پر ایک سوال یہ پیدا ہو سکتا ہے کہ پھر تو اس شخص کو خود قسم کھانی چاہئے نہ کہ خدا تعالیٰ کو۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ انسان بھی الگ قسم کھایا کرتا ہے لیکن چونکہ کلامِ الٰہی بھی مکمل ہوتا ہے اس لیے اس کے اندر بھی قسم کا ثبوت ہونا چاہئے جو کہ دنیا کے اکثر لوگوں کے نزدیک سب سے کامل ہوتا ہے ہونا چاہئے تا اندرونی شہادت بھی اس امر پر موجود ہو کہ وہ کلام مکمل ہے اور نہ وہ مکمل نہیں رہے گا۔

اگر کلامِ الٰہی میں قسم موجود نہ ہو بلکہ نبی الگ سے قسم کھائے تو اس کی قسم اول متکفل نہ ہوگی جیسے حدیثوں میں اس قسم کے حلف کی کئی مثالیں موجود ہیں لیکن حدیثوں کے متعلق لوگ شبہ کرتے ہیں کہ نہ معلوم وہ صحیح ہیں یا نہیں۔ ان کا یہ شبہ صحیح ہو یا غلط ہو یہ الگ بحث ہے۔ لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ لوگوں کو اس قسم کے شبہ کی گنجائش رہتی ہے۔ جبکہ قرآن کے متعلق ہم یقینی اور قطعی طور پر قسم کھا سکتے ہیں کہ وہ خدا کا کلام ہے۔ پس اس کلام میں اگر قسم ہوگی تو یہ اس بات کا ایک قطعی اور یقینی ثبوت ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی۔ اگر اس کلام میں قسم موجود نہ ہوتی تو دوسری قسمیں جو حدیثوں وغیرہ میں آئی ہیں وہ اس قسم کی قطعی اور یقینی نہیں ہو سکتی تھیں۔ پس الہامِ الٰہی میں بھی قسم کا ثبوت موجود ہونا چاہئے تھا تا کہ یہ اندرونی شہادت دوسری شہادتوں کی تکمیل کرے۔

نیز کلام الٰہی میں کلام لانے والے کی قسم ہو ہی نہیں سکتی بلکہ خدا تعالیٰ کی ہی ہوگی۔ اگر نبی کی قسم ہوگی تو کلام اللہ میں انسانی کلام مل جائے گا مثلاً اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہتے ہیں کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے خدا تعالیٰ نے بھیجا ہے اور یہ الفاظ قرآن کریم میں موجود ہوتے تو اس کے معنی یہ ہوتے کہ کلام اللہ میں غیر کا کلام بھی شامل ہو گیا۔ حالانکہ قرآن کریم اوّل تا آخر خدا تعالیٰ کا کلام ہے۔ نیز یہ امر بھی مدنظر رکھنا چاہئے کہ قرآن کریم نے جن امور پر قسم کھائی ہے یا جن امور جو اپنی صداقت کے ثبوت کے طور پر پیش کیا ہے ان میں سے کم سے کم ایک حصہ تو ضرور ایسے عدد سے تعلق رکھتا ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اور قبضہ سے بالا تھے۔ ان کو شہادت کے طور پر وہ پیش ہی کس طرح کر سکتے تھے۔ انہیں تو خدا تعالیٰ جو علیم و خبیر ہے وہی پیش کر سکتا ہے اور اس نے پیش کیا۔

۳۔ قرآن کریم کی قسمیں خود اپنی ذات قرآن کریم کی صداقت کا ایک بہت بڑا ثبوت ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں جہاں جہاں قسمیں کھائی گئی ہیں اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو شہادت کے طور پر پیش کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اگر یہ چیزیں شہادت دے دیں تو ثابت ہو جائے گا کہ یہ کلام خدا تعالیٰ ہی کا تھا اور اگر شہادت نہ دیں تو بیشک اس کے الٹ نتیجہ نکالنا۔ پس وہ قسمیں خود اپنی ذات میں قرآن کریم کی سچائی کا بہت بڑا ثبوت ہیں۔ ان کا نام حلف رکھو یا شہادت بات ایک ہی ہے۔ بلکہ اگر وہ شہادتِ مخفیہ کے رنگ میں بھی بیان ہوں تو بھی قرآن کریم کی شہادت کا ایک ثبوت ہیں۔ پس وہ لوگ جو حلف کو وقعت نہیں دیتے وہ انکو شہادت سمجھ کر فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ جو حلف کو وقعت دیتے ہیں وہ اسے شہادت موکد بہ حلف سمجھ کر فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ گویا ایک ہی وقت میں وہ مختلف طبائع کی تسلی کا موجب ہو سکتی ہیں۔ اور اس لیے وہ قابل قدر شے ہیں۔ کیونکہ ان قسموں نے دونوں قسم کی ضرورتوں کو پورا کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قسموں کی حکمت بیان کرتے ہوئے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کی قسمیں اپنے اندر لامحدود اسرار معرفت کے رکھتی ہیں۔ جن کو اہلِ بصیرت ہی دیکھ سکتے ہیں۔ پس خدا تعالیٰ قسم کے لباس میں اپنے قانون قدرت کے بدیہات کی شہادت اپنی شریعت کے بعض دقائق حل کرنے کے لیے پیش کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی فعلی کتاب (قدرت) اور اس کی قولی کتاب (قرآن شریف) پر شاہد ہو جاوے اور اس کے قول اور فعل میں باہم مطابقت ہو کر طالب صادق کے لیے مزید معرفت اور سکینت اور یقین کا موجب ہوا اور یہ طریق قرآن شریف میں عام ہے''۔ (ملفوظات جلد 1۔ صفحہ 145)

(آئندہ شمارہ میں جاری ہے)

عائلی زندگی کے بارہ میں اسلامی تعلیمات

(مکرم عطاء المجیب راشد صاحب امام مسجد فضل لندن کی جلسہ سالانہ یوکے 2014ء کے موقع پر کی گئی تقریر)

〈دوسری اور آخری قسط〉

ماں باپ سے حسن سلوک اور ان کے لئے دعا

اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کا رشتہ اس مقصد سے قائم فرمایا ہے کہ دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کے لئے باعث تسکین ہوں۔ لیکن اس باہمی محبت والفت کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ دونوں ایک دوسرے کی چاہت میں اس قدر ڈوب جائیں کہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ دیگر ذمہ داریوں کو بھول جائیں یا ان میں کوتاہی کریں۔

ایک بہت اہم ذمہ داری ماں باپ کے حوالہ سے ہے۔ بچے خواہ چھوٹے ہوں یا شادی شدہ ہوں ماں باپ کی خدمت کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہنا چاہیے۔ ماں کو کندھوں پر اٹھا کر حج کروانے سے بھی ماں کی خدمت کا حق ادا نہیں ہوتا۔ سوئے ہوئے ماں باپ کے پاس ساری رات دودھ کا پیالہ لے کر کھڑے رہنے والے بیٹے کی نیکی کو اللہ تعالیٰ نے کس طرح نوازا۔ ماں کے قدموں کے نیچے جنت کی نوید ایسی نہیں کہ شادی ہو جانے کے بعد بیٹا بیٹی اپنی اس ذمہ داری کو بھول جائیں۔ انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ ساری زندگی دونوں طرف کے والدین کی خدمت لازم ہے اور بڑھاپے کی عمر میں تو یہ فرض اور بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ خدمت کے علاوہ ماں باپ کے لئے مسلسل دعاؤں کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔ فرمایا کہ والدین کے لئے یہ دعا کیا کرو: رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا (بنی اسرائیل:25) کہ اے میرے ربّ! ان دونوں پر رحم کر جس طرح ان دونوں نے بچپن میں میری پرورش اور تربیت کی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا نمونہ دیکھیں۔ آپؓ نے فرمایا: "میں اپنے ماں باپ کے لئے دعا مانگنے سے تھکتا نہیں۔ مَیں نے اب تک کوئی جنازہ ایسا نہیں پڑھا جس میں ان کے لئے دعا نہ مانگی ہو۔" (روزنامہ الفضل ربوہ 15 اکتوبر 2009ء)

یاد رکھنا چاہئے کہ جس گھر میں والدین کا ادب، احترام اور خدمت کا وصف نہیں وہ رحمتوں اور برکتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔

تربیت اولاد

خوشگوار اور بابرکت عائلی زندگی کا ایک اور اہم پہلو بچوں کی نیک تربیت ہے۔ اس بات کی اہمیّت کو نظر انداز کرنے سے، میاں بیوی کی باہمی محبت کے باوجود، ان کو آنکھوں کی حقیقی ٹھنڈک نصیب نہیں ہو سکتی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں یہ دعا سکھلائی ہے کہ اَصْلِحْ فِی ذُرِّيَّتِیْ میرے بیوی بچوں کی بھی اصلاح فرما۔ اپنی حالت کی پاک تبدیلی اور دعاؤں کے ساتھ ساتھ اپنی اولاد اور بیوی کے واسطے بھی دعا کرتے رہنا چاہئے۔ کیونکہ اکثر فتنے اولاد کی وجہ سے انسان پر پڑ جاتے ہیں اور اکثر بیوی کی وجہ سے"۔ (ملفوظات جلد دہم۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان۔ صفحہ 139)

اگر مرتے وقت کسی ماں یا باپ کو یہ نظر آئے کہ وہ ایک متقی اولاد پیچھے چھوڑ کر جا رہے ہیں تو ان کا سفر آخرت پُرسکون ہو جاتا ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ کیا ہی خوش قسمت وہ شخص ہے جو اپنے پیچھے ایسی اولاد چھوڑ کر جاتا ہے جو اس کے لئے دعا کرنے والی ہوتی ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ اچھی تربیت سے بڑھ کر کوئی تحفہ نہیں جو ایک باپ اپنی اولاد کو دے سکتا ہے۔ (ترمذی) نیز اس بات کی تلقین فرمائی: اَكْرِمُوْا اَوْلَادَكُمْ وَ اَحْسِنُوْا اَدَبَهُمْ (ابن ماجہ) کہ اپنے بچوں سے عزت سے پیش آیا کرو اور ان کی اچھی تربیت کرو۔

یہ بات اچھی طرح یاد رکھنے والی ہے کہ بچوں کی تربیت ماں اور باپ دونوں کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔ باپ بھی اُسی طرح مکلّف ہے جس طرح ماں۔ دراصل دونوں مل کر ہی اس ذمہ داری کا حق صحیح طور پر ادا کر سکتے ہیں۔ بچوں کی نیک تربیت سے ہی ایک گھر واقعی طور پر جنت نظیر بنتا ہے۔ اِس حوالہ سے یہ بات بہت اہم ہے کہ خود والدین بچوں کے لئے نیک نمونہ ہوں۔

حضرت مسیح پاکؑ نے فرمایا: "خود نیک بنو اور اپنی اولاد کے لئے ایک عمدہ نمونہ نیکی اور تقویٰ کا ہو جاؤ اور اس کو متقی اور دیندار بنانے کے لئے سعی اور دُعا کرو۔ جس قدر کوشش تم ان کے لئے مال جمع کرنے کی کرتے ہو اسی قدر کوشش اس امر میں کرو...... وہ کام کرو جو اولاد کے لئے بہترین نمونہ اور سبق ہو۔ اور اس کے لئے ضروری ہے کہ سب سے اوّل خود اپنی اصلاح کرو۔ اگر تم اعلیٰ درجہ کے متقی اور پرہیزگار بن جاؤ گے اور خدا تعالیٰ کو راضی کر لو گے تو یقین کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے ساتھ بھی اچھا معاملہ کرے گا"۔

(ملفوظات جلد 8۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان۔ صفحہ 110-109)

گھریلو زندگی میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ

حسنِ معاشرت کے بارہ میں ہمارے آقا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے سامنے جو ایمان افروز نمونہ پیش فرمایا وہ رہتی دنیا تک سب مردوں کے لئے سبق آموز اسوۂ حسنہ ہے۔ مَیں چند امور آپ کے سامنے رکھتا ہوں اور مرد احباب سے اور بالخصوص ان مردوں سے جو گھریلو کام میں شامل ہونے کو عار سمجھتے ہیں مَیں ان سے کہتا ہوں کہ ذرا اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مصفا آئینہ میں دیکھیں اور پھر خود اپنا جائزہ لیں کہ ان کا طرز عمل کیسا ہے؟

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جتنا وقت آپ گھر پر ہوتے تھے گھر والوں کی مدد اور خدمت میں مصروف رہتے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کا بلاوا آتا اور آپؐ مسجد میں تشریف لے جاتے۔ (بخاری، کتاب الادب)

حدیث میں آتا ہے کہ آپؐ گھر میں ہنستے کھیلتے، اہل وعیال سے خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ ازواج مطہرات سے مزاح کرتے اور ان کی دلداری فرماتے۔

گھر کے کاموں میں مدد فرماتے۔ اگر کوئی بیوی آٹا گوندھ رہی ہوتی تو پانی لا دیتے۔ کھانا تیار ہورہا ہوتا تو چولہے میں لکڑیاں ڈال دیتے۔ گویا کہ بلا تکلف گھر کے کام کاج کرتے۔(صحیح بخاری، کتاب النکاح)

اگر کبھی رات کو دیر سے گھر لوٹتے تو کسی کو زحمت دیئے یا جگائے بغیر کھانا یا دودھ خود ہی تناول فرمالیتے۔(مسلم، کتاب الاشربہ)

اس جگہ ذرا ایک لمحہ کے لئے رک کر سوچئے کہ ہم میں سے کتنے ہیں جو ان باتوں میں ہادیٔ کامل صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرنے والے ہیں؟

واقعات کے آئینہ میں

آیئے اب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی میں حسن معاشرت کے چند واقعات پر نظر ڈالتے ہیں جن کی روشنی میں ہم سب اپنے اپنے حالات کا جائزہ لے سکتے ہیں۔

ایک دفعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زوجہ مطہرہ حضرت صفیہؓ کے ساتھ اونٹ پر سوار تھے کہ اونٹ کا پاؤں پھسلا اور آپ دونوں گر پڑے۔ حضرت ابوطلحہؓ فوراً آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھے۔ آپؐ نے فرمایا: عَلَیْکَ بِالْمَرْاَۃِ کہ پہلے عورت کا خیال کرو۔

ایک دفعہ کچھ ازواج مطہرات آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں ہمراہ تھیں۔ ایک غلام انجشہ نامی حُدی پڑھنے لگے۔ جس کی وجہ سے اونٹ تیز چلنے لگے اور خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں ازواج مطہرات جو اونٹوں پر سوار تھیں گر نہ جائیں۔ آپؐ نے فرمایا: رِفْقاً بِالْقَوَارِیْرِ کہ ذرا آہستہ چلو، آبگینوں کا خیال رکھو۔

(صحیح مسلم، کتاب الفضائل)

ایک ایرانی باشندہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمسایہ تھا جو سالن بہت عمدہ پکاتا تھا۔ اس نے ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھانا تیار کیا اور آپؐ کو دعوت دینے آیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام حضرت عائشہؓ کے ہاں تھا۔ وہ اس وقت پاس ہی تھیں۔ آپؐ نے ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ کیا یہ بھی ساتھ آجائیں۔ اس نے غالباً تکلیف اور زیادہ اہتمام کرنے کے اندیشہ سے نفی میں جواب دیا۔ آپؐ نے فرمایا: پھر میں بھی نہیں آتا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دوبارہ بلانے آیا تو آپؐ نے پھر بتایا میری بیوی بھی ساتھ آئے گی۔ اس نے پھر نفی میں جواب دیا تو آپؐ نے دعوت میں جانے سے معذرت کردی۔ وہ چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد پھر آکر گھر آنے کی دعوت دی تو آپ نے پھر اپنا وہی سوال دہرایا کہ عائشہؓ بھی آجائیں تو اس مرتبہ اس نے حضرت عائشہؓ کو ہمراہ لانے کی حامی بھرلی۔ اس پر آپؐ اور حضرت عائشہؓ دونوں اس ایرانی کے گھر تشریف لے گئے اور وہاں جا کر کھانا تناول فرمایا۔(مسلم کتاب الاشربہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود خیبر پر احسان فرماتے ہوئے حضرت صفیہؓ بنت حیی کو اپنے عقد میں لینا پسند فرمایا۔ جنگ خیبر سے واپسی کا وقت آیا تو صحابہؓ نے یہ عجیب نظارہ دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ پر حضرت صفیہؓ کے لئے خود جگہ بنا رہے ہیں۔ وہ عبا جو آپ نے زیب تن کر رکھی تھی اُتاری اور اُسے تہہ کر کے حضرت صفیہؓ کے بیٹھنے کی جگہ پر بچھادی۔ پھر ان کو سوار کراتے وقت اپنا گھٹنا ان کے آگے جھکا دیا اور فرمایا، اس پر پاؤں رکھ کر اونٹ پر سوار ہوجاؤ۔

(بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ خیبر)

ہمارے آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن معاشرت کی اس سے زیادہ روشن دلیل اور کیا ہوسکتی ہے کہ اپنی وفات سے قبل جب آپؐ نے بیویوں سے فرمایا کہ تم میں سے سب سے پہلے مجھے آکر دوسرے جہاں میں وہ ملے گی جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے۔ اس پر بیویوں کی محبت کا اور آپ کی قربت کے شوق کا یہ عالم تھا کہ وہ فوراً اپنے ہاتھ ناپنے لگ گئیں۔ اس شوق میں وہ یہ بات کلیۃً فراموش کر بیٹھیں کہ یہ تو تب ہوگا جب موت کے دروازہ سے گزریں گی۔ یہ تڑپ اور شوقِ لقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و احسان اور حسن معاشرت کی بے مثل دلیل ہے۔

حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے تاکیدی ارشادات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے چند ارشادات بھی سماعت فرمائیں جو حسن معاشرت سے تعلق رکھتے ہیں:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی جماعت کے دوست احباب کے متعلق ناپسند فرماتے تھے کہ وہ عورتوں سے سختی سے پیش آئیں۔ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ جو طبیعت کے ذرا سخت تھے۔ ایک بار اپنی بیوی کے ساتھ سختی کے ساتھ پیش آئے۔ حضرت مسیح موعودؑ کو الہام ہوا۔ "یہ طریق اچھا نہیں۔ اس سے روک دیا جائے۔ مسلمانوں کے لیڈر عبدالکریم کو خُذِالرِّفْقَ۔ اَلرِّفْقَ فَاِنَّ الرِّفْقَ رَأْسُ الْخَیْرَاتِ۔ نرمی کرو۔ نرمی کرو کہ تمام نیکیوں کا سر نرمی ہے۔"

(تذکرہ صفحہ 409 ایڈیشن 1956ء)

اس الہام الٰہی کی تشریح کرتے ہوئے حضرت مسیح پاکؑ فرماتے ہیں:

"اس الہام میں تمام جماعت کے لئے تعلیم ہے کہ اپنی بیویوں سے رِفق اور نرمی کے ساتھ پیش آویں۔ وہ ان کی کنیزکیں نہیں ہیں۔ درحقیقت نکاح مرد اور عورت کا باہم ایک معاہدہ ہے۔ پس کوشش کرو کہ اپنے معاہدہ میں دغاباز نہ ٹھہرو۔ ...... روحانی اور جسمانی طور پر اپنی بیویوں سے نیکی کرو۔ ان کے لیے دعا کرتے رہو"۔(اربعین نمبر3۔ روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 428 حاشیہ)

ایک صحابی کے بارہ میں یہ بات حضرت مسیح موعودؑ کے علم میں آئی کہ ان کا سلوک اپنی اہلیہ سے اچھا نہیں۔ اس پر ان کے نام ایک درد بھرے مکتوب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تحریر فرمایا:

"اپنی بیویوں...... کو اس مسافر خانہ میں اپنا ایک دلی رفیق سمجھو اور احسان کے ساتھ معاشرت کرو۔ ...... عزیز من انسان کی بیوی ایک مسکین اور ضعیف ہے جس کو خدا نے اس کے حوالہ کر دیا اور وہ دیکھتا ہے کہ ہر یک انسان اس سے کیا معاملہ کرتا ہے۔ نرمی برتنی چاہئے اور ہر یک وقت دل میں یہ خیال کرنا چاہئے کہ میری بیوی ایک مہمان عزیز ہے جس کو خدا تعالیٰ نے میرے سپرد کیا ہے اور وہ دیکھ رہا ہے کہ میں کیونکر شرائط مہمان داری بجالاتا ہوں۔ میں ایک خدا کا بندہ ہوں اور یہ بھی ایک خدا کی بندی ہے۔ مجھے اس پر کونسی زیادتی ہے۔ خونخوار انسان نہیں بننا چاہیے۔ بیویوں پر رحم کرنا چاہئے اور ان کو دین سکھلانا چاہیے۔ درحقیقت میرا یہی عقیدہ ہے کہ انسان کے اخلاق کے امتحان کا پہلا موقعہ اس کی بیوی ہے"۔

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد 2 صفحہ 230)

حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی عائلی زندگی کے چند نمونے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا کے درمیان محبت و پیار، اطاعت وخدمت اور حسن سلوک کا جو شاندار اور مثالی تعلق تھا وہ بھی ہم سب کے لئے ایک اور آئینۂ ہدایت ہے۔ ان واقعات کو سنتے ہوئے ہم میں سے ہر ایک کو اپنا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ چند نمونے پیش کرتا ہوں۔

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ فرماتے ہیں:

''مَیں نے اپنے ہوش میں نہ کبھی حضورؑ کو حضرت امّ المؤمنین سے ناراض دیکھا، نہ سنا۔ بلکہ ہمیشہ وہ حالت دیکھی جو ایک آئیڈیل (Ideal) مثالی جوڑے کی ہونی چاہئے''۔ (سیرت حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ صفحہ 231)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی اہلی زندگی کیسی پُرسکون اور محبتوں والی زندگی تھی۔ غور فرمائیں حضرت امّ المؤمنین سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں:

''میں پہلے پہل جب دلّی سے آئی تو مجھے معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام گڑ کے میٹھے چاول پسند فرماتے ہیں۔ چنانچہ میں نے بہت شوق سے اور اہتمام سے میٹھے چاول پکانے کا انتظام کیا۔ تھوڑے سے چاول منگوائے اور اس میں چار گنا گڑ ڈال دیا۔ وہ بالکل راب سی بن گئی۔ جب پتیلی چولہے سے اتاری اور چاول برتن میں نکالے تو دیکھ کر سخت رنج اور صدمہ ہوا کہ یہ تو خراب ہو گئے۔ ادھر کھانے کا وقت ہو گیا تھا۔ حیران تھی کہ اب کیا کروں اتنے میں حضرت صاحب آ گئے۔ میرے چہرے کو دیکھا جو رنج اور صدمہ سے رونے والوں کا سا بنا ہوا تھا۔ آپ دیکھ کر ہنسے اور فرمایا کیا چاول اچھے نہ پکنے کا افسوس ہے؟ پھر فرمایا نہیں، یہ تو بہت اچھے ہیں۔ میرے مزاج کے مطابق پکے ہیں۔ ایسے زیادہ گڑ والے تو مجھے پسند ہیں۔ یہ تو بہت ہی اچھے ہیں اور پھر بہت خوش ہو کر کھائے۔ حضرت صاحب نے مجھے خوش کرنے کی اتنی باتیں کیں کہ میرا دل بھی خوش ہو گیا۔''

(سیرت حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ از شیخ محمود احمد عرفانی، حصہ اول صفحہ 218-217)

کھانے میں ذراسی کمی رہ جانے پر سیخ پا ہو جانے والے خاوند اس مثال کو یاد رکھیں تو کیا ہی اچھا ہو!۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت اماں جان کی چھوٹی سے چھوٹی بات کا خیال رکھا کرتے تھے اور ہر تکلیف کو فوری دور کرنے کی کوشش کرتے۔ اسی طرح بیماری میں آپ کی تیمارداری کرتے۔ حضرت اماں جانؓ کی بات کو بڑی عزت دیا کرتے تھے یہاں تک کہ خادمائیں آپ کے گھر کام کرنے آیا کرتی تھیں وہ یہ کہا کرتی تھیں کہ ''مر جا بیوی دی گل بڑی مندا ہے۔'' (سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 40)

اس تعلق میں دلداری کا یہ واقعہ بھی ایمان افروز ہے۔

ابتدائی زمانہ میں حضرت اماں جان پانی لینے کے لئے مرزا سلطان احمد صاحب کی حویلی میں جایا کرتی تھیں جہاں ایک کنواں ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ آپ اس کنویں سے رات نو بجے کے قریب گرمیوں کے موسم میں پانی لینے گئیں......۔ اس دوران باتوں باتوں میں حضرت اماں جان کسی بات پر ہنسیں۔ مرزا سلطان احمد صاحب کی اہلیہ نے جب آپ کے ہنسنے کی آواز سنی تو کہنے لگیں کہ اگر ایسی بات ہے تو گھر میں کنواں کیوں نہیں لگالیتیں؟ یہ بات سن کر حضرت اماں جان نہایت غمگین ہو کر گھر واپس آ گئیں۔

جب حضرت صاحب کو اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ نے اسی وقت حضرت ملک غلام حسین صاحب کو بلا کر ...... فرمایا کہ ابھی مرزا محمد اسمٰعیل صاحب کے پاس جائیں اور کہیں کہ دو چار کھودنے والوں کو بلایا جائے۔ چنانچہ رات کے دس بجے چار کھودنے والے آ گئے اور صبح تک آٹھ سے نو فٹ تک کنواں کھود دیا گیا۔ بعد میں ایک آدمی بٹالہ سے اینٹیں لینے بھی بھیجا گیا اور جلد سے جلد کام کروا کر یہ کنواں 15 دن کے اندر اندر تیار کر دیا۔ (الحکم 28 اپریل 1935ء صفحہ 4)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی اہلی زندگی ہمارے لئے مثال ہے۔ آپس (کی محبت) کا یہ عالم تھا کہ ایک روز حضرت اماں جانؓ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے مخاطب ہو کر کہا: ''میں ہمیشہ دعا کرتی ہوں کہ خدا تعالیٰ مجھے آپ کا غم نہ دکھائے اور مجھے آپ سے پہلے اٹھا لے۔'' یہ سن کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا: ''اور میں ہمیشہ دعا کرتا ہوں کہ تم میرے بعد زندہ رہو اور میں تم کو سلامت چھوڑ جاؤں۔'' (سیرت حضرت اماں جان شائع کردہ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان صفحہ 3)

گھروں کو جنت نظیر بنانے کے مختلف طریق

شادی جو ایک مقدس دائمی رفاقت کا نام ہے اس کو واقعی طور پر کامیاب اور خوشگوار بنانے کے لئے اسلامی تعلیمات سے متعلق چند اور امور کا ذکر کرتا ہوں۔

میاں بیوی کے اکثر جھگڑے ایک دوسرے کی خامیاں تلاش کرنے کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ کتنی کم ظرفی کی بات ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کی کمزوریاں تو چُن چُن کر تلاش کریں اور ان کی وجہ سے آپس میں جھگڑتے رہیں اور یہ کوشش نہ کریں کہ اپنے جیون ساتھی کی خوبیوں پر بھی نظر کرلیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''آپس میں صلح وصفائی کی فضا پیدا کرنی چاہئے۔ یہ میاں بیوی دونوں کو نصیحت ہے کہ اگر دونوں ہی اپنے جذبات کو کنٹرول میں رکھیں ......۔ ذرا ذرا سی بات پر معاملات بعض دفعہ اس قدر تکلیف دِہ صورت اختیار کر جاتے ہیں کہ انسان سوچ کر پریشان ہو جاتا ہے کہ ایسے لوگ بھی اس دنیا میں موجود ہیں کہ جو کہنے کو تو انسان ہیں مگر جانوروں سے بھی بدتر۔'' (خطبہ جمعہ 2 جولائی 2004ء از خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 450)

حضور انور کی یہ پیاری نصیحت ہر وقت یاد رکھنے کی ضرورت ہے۔ ایک موقع پر آپ نے فرمایا: ''ایک دوسرے کی خامیاں تلاش کرنے کی بجائے ایک دوسرے کی خوبیاں تلاش کریں''۔ (خطبہ جمعہ 8 نومبر 2013ء)

اگر میاں بیوی میں کسی بات پر اختلاف ہو جائے اور وہ غصہ میں آکر بدکلامی اور الزام تراشی کی راہ پر چل نکلے ہوں تو دونوں کے لئے یہ نصیحت بہت ہی مفید ہے کہ وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ کے مطابق اپنے غصہ کو پی جائیں۔ اور جواب دینے کی بجائے خاموشی اختیار کرلیں۔ اس طریق سے ان کی لڑائی آگے نہیں بڑھے گی۔

ایک اور عمدہ طریق یہ ہے کہ میاں بیوی کو ہمیشہ باہم ایک دوسرے پر پورا اعتماد رکھنا چاہئے۔ بلاوجہ تجسس اور عیب چینی کا طریق اختیار نہیں کرنا چاہئے۔ ایک دوسرے کے خطوط پڑھنا، فونوں پر نظر رکھنا، جیبوں کی خفیہ تلاشی لینا وغیرہ بہت سی باتیں ہیں جو بدظنی کا موجب بن کر بالآخر تعلقات کو ختم کرنے کا باعث بن جاتی ہیں۔ اس ضمن میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی ایک بات ہمیشہ یاد رکھنے والی ہے،

آپ فرماتے ہیں کہ "مَیں نے جب سے شادیاں کی ہیں آج تک اپنی کسی بیوی کا کوئی صندوق کبھی ایک مرتبہ بھی کھول کر نہیں دیکھا۔" (بحوالہ الفضل ربوہ 15 اکتوبر 2009ء)

قول سدید کی ضرورت

خطبہ نکاح کے موقع پر پڑھی جانے والی آیات میں ایک خاص نصیحت قول سدید کے بارہ میں ہے۔ یعنی جب بھی بات کی جائے سچی اور کھری ہو۔ سیدھی اور صاف بات ہو۔ اس میں کوئی بھی اینچ پیچ نہ ہو۔ یہ ایک ایسی سنہری نصیحت ہے جس کو اگر دیانتداری سے پلّے باندھ لیا جائے تو وہ مشکلات اور مسائل جو شادی کے بعد سر اٹھاتے ہیں کبھی پیدا نہیں ہو سکتے۔ رشتہ طے کرتے وقت بہت سے والدین اپنے بچوں کی کمزوریاں، بُری عادات اور جسمانی حالات کھل کر بیان نہیں کرتے اس خوف سے کہ ان باتوں کا ذکر ہوا تو رشتہ نہیں ملے گا۔ یہ بات دونوں طرف سے ہوتی ہے۔ ایک دوسرے کو اندھیرے میں رکھ کر والدین سمجھتے ہیں کہ ہم نے بچوں کا فائدہ کیا ہے حالانکہ جب یہ باتیں شادی کے بعد کھل کر سامنے آتی ہیں تو بات ناچاقی سے شروع ہو کر خلع یا طلاق تک نوبت پہنچ جاتی ہے بلکہ خاندانوں کے تعلقات تک منقطع ہو جاتے ہیں۔ جھوٹ اور اخفاء سے اور قولِ سدید سے کام نہ لینے کی وجہ سے دونوں خاندان ساری زندگی مشکلات میں گرفتار رہتے ہیں اور اپنی غلطی کا خمیازہ بھگتتے رہتے ہیں۔

کیا ہی مبارک ہے وہ گھرانہ جس میں صدقِ دل سے محبت اور پیار کی زبان بولی جاتی ہے، کہ دلوں کو جیتنے کا اس سے بہتر کوئی اور ذریعہ نہیں!

بے جامداخلت کی مضرّت

طلاق اور خلع کی بڑھتی ہوئی رفتار کی ایک وجہ میاں اور بیوی دونوں کے والدین کا بچوں کے عائلی معاملات میں بے جامداخلت اور اپنی مرضی کو بچوں پر زبردستی ٹھونسنا ہے۔ وہ والدین بہت خوش نصیب اور مبارکباد کے مستحق ہیں جو بچوں کی شادی کے بعد ان کے معاملات میں ہرگز بے جامداخلت نہیں کرتے۔

اسلام نے ایک طرف تو بچوں کو یہ تعلیم دی کہ وہ اپنے والدین کی اطاعت بھی کریں ان کی خدمت بھی کریں احسان کا سلوک کریں ان کے لئے دعائیں بھی کرتے رہیں اور دوسری طرف والدین کو نصیحت فرمائی کہ چھوٹی عمر میں بچوں کی تربیت کا پورا پورا حق ادا کریں اور بلوغت کے بعد ان پر یہ بات اچھی طرح واضح کردیں کہ اب وہ اپنے اعمال کے خود ذمہ دار اور اللہ تعالیٰ کے حضور پوری طرح جوابدِہ ہیں۔ شادی کے بعد جب ان کے بچے اور بچیاں اپنی ازدواجی زندگی میں داخل ہوتے ہیں تو پھر انہیں آزادی اور باہمی اتفاق سے اپنے معاملات طے کرنے کا موقع دینا صحیح طریق عمل ہے۔

رحمی رشتہ داروں سے حسن سلوک

ایک اور قابل توجہ اور اہم بات رحمی رشتہ داروں سے حسن سلوک ہے۔ اس بات کی اہمیت اس امر سے واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کی نصیحت کے معاً بعد اس کا ذکر فرمایا ہے۔ آیت قرآنی ہے کہ: وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ (النساء: 2) کہ اے مومنو! اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور پکڑ سے ڈرو کہ جس کے نام کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور پھر رِحموں کے تقاضوں کا بھی خاص طور پر خیال رکھو۔ اس ارشاد سے پتہ لگتا ہے کہ تقویٰ کا ایک تقاضا یہ ہے کہ رشتہ داروں سے حسن سلوک کیا جائے کہ یہ نیکی بھی حصول تقویٰ کا ایک اہم ذریعہ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ ارشاد بھی حرزِ جان بنانے کی ضرورت ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں: "جو شخص اپنی اہلیہ اور اس کے اقارب سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاشرت نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے"۔

(کشتی نوح، روحانی خزائن، جلد 19، صفحہ 19)

رحمی رشتہ داروں سے تعلقات کے حوالہ سے ایک افسوسناک بات یہ سامنے آتی ہے کہ اگر ایک طرف سے کوئی بدسلوکی ہو تو کہا جاتا ہے کہ ہم بھی ویسا ہی جواب دیں گے۔ یہ بات مومنانہ اخلاق کے بالکل خلاف ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے زمانہ کا ایک واقعہ پیش کرتا ہوں جس سے سخت مزاج لوگوں کو سبق سیکھنا چاہئے۔ "چوہدری نذر محمد صاحبؓ روایت کرتے ہیں کہ میں حضورؑ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک اور دوست ملنے کے لئے آئے اور انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ذکر کیا کہ ان کے سسرال والوں نے، ان کی بیوی بڑی مشکلوں سے ان کو دی ہے اس لئے اب وہ بھی اپنی بیوی کو اس کے ماں باپ کے پاس نہ بھجوائیں گے۔ چوہدری نذر محمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضورؑ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور حضورؑ نے بڑے غصہ سے اس دوست کو فرمایا کہ فی الفور یہاں سے دُور ہو جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ تمہاری وجہ سے ہم پر بھی عذاب آجائے۔ اس پر وہ دوست باہر چلے گئے اور پھر تھوڑی دیر بعد حضورؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ وہ توبہ کرتا ہے جس پر حضورؑ نے اسے بیٹھنے کی اجازت عطا فرمائی۔"

(رجسٹر روایات صحابہ نمبر 1 از محمد اکبر صاحب محلہ کبیر آباد ملتان)

طلاق میں جلدی کی ممانعت

ایک اور خرابی جو آج کل بڑی تیزی سے پھیل رہی ہے یہ ہے کہ شادی کے مقدس بندھن کو توڑنا یعنی طلاق دینا ایک معمولی بات سمجھ لیا گیا ہے حالانکہ اس رشتہ کو توڑنا ایک سنگین معاملہ ہے اور ہمارے آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَی اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اَلطَّلَاقُ۔ (ابو داؤد کتاب الطلاق) کہ ان باتوں میں سے جو شرعی طور پر جائز تو ہیں لیکن خدائے بزرگ و برتر کے نزدیک سب سے بُری اور ناپسندیدہ بات ایک خاوند کا اپنی بیوی کو طلاق دینا ہے۔ وہ مرد جو ذرا ذرا سی بات پر سیخ پا ہو جاتے ہیں اور غصہ میں ایسے بے قابو ہو جاتے ہیں کہ بیوی کی ساری خوبیاں اور عائلی زندگی کی سب خوشیاں یکسر بھول جاتے ہیں اور اسلامی تعلیمات کو بڑی جہالت سے پسِ پشت ڈالتے ہوئے سالوں کے رشتوں کو ایک لمحہ میں ختم کر دیتے ہیں۔ انہیں کچھ خیال نہیں آتا کہ اس جلد بازی کے اقدام سے وہ اپنے لئے، اپنی بیوی کے لئے اور اپنے بچوں کے لئے کن مشکلات کے دروازے کھول رہے ہیں۔ نفسانی جوش سے مغلوب ہو کر وہ اس ارشاد کو بھی بھول جاتے ہیں کہ اللہ اور رسول کا فرمان کیا ہے اور مسیح پاک علیہ السلام نے ہمیں کیا تعلیم دی ہے۔

مسیح پاک علیہ السلام فرماتے ہیں: "طلاق سے پرہیز کرو کیونکہ نہایت بد، خدا کے نزدیک وہ شخص ہے جو طلاق دینے میں جلدی کرتا ہے۔ جس کو خدا نے جوڑا ہے اس کو ایک گندہ برتن کی طرح جلد مت توڑو"۔

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ 25 حاشیہ اور اربعین نمبر 3 صفحہ 38 حاشیہ اور روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 429-428)

ایسے مغلوب الغضب خاوند جو ذرا ذرا سی بات پر بھڑ جاتے ہیں اور نہایت متکبرانہ انداز میں سالوں کے مقدس تعلق کو چکنا چور کر دیتے ہیں انہیں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ ایک بنی ہوئی دیوار کو گرانا تو آسان ہے۔ ایک دھکے سے دیوار گر جاتی ہے لیکن اس کو بنانے کے لئے لمبی محنت درکار ہوتی ہے۔ پس یہ بہت ہی نادانی اور ناعاقبت اندیشی کی بات ہے کہ کھڑے کھڑے ایک ہنستے بستے خاندان کو اجاڑ کر رکھ دیا جائے۔ ایک مومن کو خدا خوفی سے کام لیتے ہوئے ایسا قدم اٹھانے سے قبل سو بار سوچنا چاہئے اور کبھی بھی جلدی نہیں کرنی چاہئے۔

قطع تعلقی اور طلاق کے حوالہ سے ایک واقعہ قابل ذکر ہے۔

شاید کہ اتر جائے کسی دل میں مری بات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک صحابی'' افریقہ میں ملازم تھے اور بہت خوشحال زندگی بسر کرتے تھے۔ ان کی دو بیویاں تھیں۔ دونوں ہی قادیان دارالامان میں رہا کرتی تھیں۔ 1899ء کی بات ہے انہوں نے حضرت حکیم مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ کو ایک خط لکھ کر ان سے درخواست کی کہ ان دونوں بیویوں کو ان کے پاس افریقہ بھجوا دیا جائے۔ اس خط میں انہوں نے یہ بھی لکھ ڈالا کہ جو بیوی آنے سے انکار کرے اسے مَیں طلاق دیتا ہوں۔ ان کا یہ خط حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا گیا تو حضور علیہ السلام کو بہت ہی دکھ پہنچا۔ امام الزماں نے حضرت مولوی نورالدین رضی اللہ عنہ کو فرمایا وہ تو جب طلاق دے گا۔ ان کو لکھ دیں کہ: ''ایسے شخص کا ہمارے ساتھ تعلق نہیں رہ سکتا کیونکہ جو اتنے عزیز رشتہ کو ذرا سی بات پر قطع کر سکتا ہے وہ ہمارے تعلقات میں وفاداری سے کیا کام لے گا''۔

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام از شیخ یعقوب علی عرفانیؓ صفحہ 253)

پس مقامِ خوف ہے ایسے خاوندوں کے لئے جو طلاق میں جلد باز ہیں۔ دیکھیں اس جلد بازی سے معاملہ کہاں سے کہاں پہنچ سکتا ہے!

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی نصائح

اس تقریر کی تیاری کے سلسلہ میں جب میں نے سیّدنا حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات کو دیکھنا شروع کیا تو یہ بات بہت نمایاں ہو کر سامنے آئی کہ عبادات، قربانیوں اور عملی اصلاحات کے ساتھ ساتھ جو بات آپ کے ارشادات میں نمایاں طور پر شامل رہی ہے وہ عائلی معاملات کی اصلاح ہے۔ ایک موقع پر مردوں اور عورتوں دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: ''ہر ایک نے اپنے اپنے اعمال کا جواب دینا ہے۔ خدا تعالیٰ کے آگے جب پیش ہونا ہے تو اپنے اعمال کا جواب ہر ایک نے خود دینا ہے۔ اس لئے اس سوچ کے ساتھ ہر ایک کو اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے۔''

(خطاب 14 جون 2014 بر موقع جلسہ سالانہ جرمنی بحوالہ الفضل ربوہ 18 جولائی 2014)

مختلف انداز میں، دلی محبت اور پیار سے حضور انور نے جو نصائح بیان فرمائی ہیں ان کو حرزِ جان بنانا ہمارا فرض ہے۔ اگر یہ نہیں تو خلافت کی اطاعت اور وفا کے دعوے سب جھوٹے اور بے بنیاد ہیں۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک موقع پر فرمایا کہ: ''اللہ تعالیٰ میرے الفاظ میں اثر پیدا کر دے کہ اجڑتے ہوئے گھر جنّت کا گہوارہ بن جائیں''۔ (خطبات مسرور جلد چہارم صفحہ 564)

اس درد اور کرب کو جو ہمارے پیارے آقا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دل میں ہے خود اپنے دلوں میں اتارنے کی ضرورت ہے تا ہماری طرف سے ہمارے پیارے آقا کی آنکھیں ہمیشہ ٹھنڈی رہیں۔

اختتامیہ

آج ظلمت و گمراہی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں بھٹکنے والی انسانیت امن کی متلاشی ہے۔ وہ امن جو ایک فرد کی ذات اور اس کے گھر سے شروع ہو کر رفتہ رفتہ ساری دنیا کو اپنی آغوش میں لے لیتا ہے۔ جب تک دلوں میں سکون اور عائلی زندگی میں جنت کی کیفیت نہ ہو، امنِ عالم کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ پس ضرورت ہے کہ آج احمدی گھرانوں کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جنت نظیر بنا دیا جائے۔ یہی جنتیں ہیں جو بالآخر ساری دنیا کو امن کا گہوارہ بنا دیں گی۔

پس ہم احمدی مسلمان جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ساری دنیا کو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے لانے کے لئے کوشاں ہیں ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم صرف زبان سے نہیں بلکہ اپنے عمل سے دنیا پر ثابت کریں کہ ہم ہیں جنہوں نے اسلامی تعلیمات پر عمل کر کے یہ جنت اپنے گھروں میں پیدا کر لی ہے۔ آؤ اے محرومو! تم بھی اسی راہ پر چل کر اپنے گھروں کو امن اور آشتی کے نور سے بھر دو کہ آج حقیقی امن اور سکون کی راہ ایک ہی ہے جو معاشرہ کی جہنم کو جنت میں تبدیل کرنے کی طاقت رکھتی ہے۔

پس اے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے غلامو! جن کو امام الزّمان حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے ذریعہ ایک نئی زندگی اور نیا عرفان نصیب ہوا ہے اٹھو! اور اپنے عمل سے دنیا پر ثابت کر دو کہ آج اندھیروں سے نکلنے کی ایک ہی راہ ہے جو اسلام کی نورانی شاہراہ ہے۔ اپنے نمونہ سے دنیا کو بتا دو کہ اسلامی تعلیمات کو اپنانے کے سوا دنیا و آخرت کو سنوارنے کی کوئی اور ضمانت نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنے نیک نمونہ کے ذریعہ ساری دنیا کو نجات کا پیغام دینے والے بن جائیں۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین

بقیہ از صفحہ 14: یادوں کے بنک میں سے کچھ

کی کوٹھی سے (جو دیال سنگھ کالج کے پہلو میں تھی) باہر تشریف لائے۔ آپ نے دیکھا کہ سواری کے لئے جو موٹر کار مہیّا کی گئی تھی اس کے دونوں طرف انگریزی سنہری حروف میں Hazrat Khalifa.tul.Masih 2 of Qadian منقّش تھا۔ حضورؓ نے اظہارِ ناپسندیدگی فرمایا کہ یہ تو نمائش ہوگئی۔ اور ساتھ ہی مولوی عطا محمد صاحب کو فرمایا کہ ان حروف پر کاغذ چسپاں کر دو۔

کاغذ تو چوہدری صاحب اپنے دفتر سے لے آئے مگر گھبراہٹ میں گوند نہ ملی۔ مولوی صاحب نے مجھے کہا کہ نسبت روڈ پر دیکھو کسی انگریز کی دوکان ہوگی اُس سے تھوڑی سی لیوی لے آؤ۔ تھوڑے فاصلہ پر ہی ایک دکان تھی۔ میرے مانگنے پر اُس نے لیوی کافی مقدار میں دے دی۔ پھر مولوی صاحب اور مَیں نے مل کر کار کے دونوں طرف کاغذ چسپاں کر دیئے اور پھر حضورؓ چوہدری صاحب کی معیت میں گورنمنٹ ہاؤس تشریف لے گئے۔

یادوں کے بنک میں سے کچھ

(عبدالرحمٰن شاکر)

چٹکیاں لینے لگی دل میں نشاطِ طفلی
آج یاد آگئے بھولے ہوئے افسانے چند

❁ خلافت ثانیہ کے ابتداء میں حضرت مصلح موعودؓ ڈاک اور انتظامی امور خود ہی سرانجام دیا کرتے تھے۔ تاہم حضورؓ نے اپنی امداد کے لئے میرے چھوٹے چچا مولوی عطا محمد صاحب کو بطور معاون رکھا ہوا تھا۔ وہی پرسنل اسسٹنٹ، وہی کلرک، وہی مددگار کارکن تھے اور دفتر ہوتا تھا گول کمرہ۔

مجھے خوب یاد ہے عیدالفطر آئی تو میری اماں نے مجھے بھجوایا کہ جاکر اپنے چچا کو بلا لاؤ، کھانا کھالیں تا ہم لوگ عیدگاہ جاسکیں۔ میری عمر چھ سات سال کی تھی مسجد اقصیٰ کی طرف سے سرپٹ بھاگتا ہوا آیا اور گول کمرہ کے اُس دروازے سے جو تنگ سیڑھیوں میں ہے زور سے ٹکرایا۔ دروازہ بڑے تڑاق سے کھلا اور مَیں نے دیکھا کہ حضرت صاحبؓ میز پر کچھ کاغذات دیکھ رہے ہیں۔ مَیں نے شدید گھبراہٹ کے عالم میں اسی میں خیر جانی کہ حضورؓ کی میز کے نیچے چھپ جاؤں۔ حضرت صاحبؓ نے مولوی عطا محمد صاحب سے پوچھا کہ یہ کون ہے تو انہوں نے بتایا کہ یہ میرا بھتیجا ہے۔ میز کے نیچے میرا دل زور زور سے دھک دھک کر رہا تھا اور پسینہ آرہا تھا۔ غلطی بھی مجھ سے بڑی فاش سرزد ہوئی تھی۔ حضورؓ نے تبسم فرماتے ہوئے مجھے باہر آجانے کا حکم دیا۔ میں مجرموں کی طرح آنکھیں جھکا کر کھڑا ہوگیا۔ خوف کے مارے منہ سے بات نہ نکلتی تھی حضور نے پوچھا کیسے آئے ہو؟ میں نے پہلے مولوی صاحب کی طرف دیکھا۔ اُن کا اشارہ پا کر جواب عرض کیا کہ مولوی صاحب نے ابھی کھانا کھانا ہے ان کو بلانے آیا ہوں۔ اس پر حضرت صاحبؓ نے کچھ حیران ہوکر مولوی صاحب سے دریافت کیا کہ انہوں نے ابھی تک کچھ نہیں کھایا۔ انہوں نے کہا نہیں۔ تب حضورؓ نے مجھے تو رخصت کردیا اور ساتھ ہی فرمایا کہ یہ کھانا یہاں ہی کھائیں گے۔ پھر آپ اُٹھے اور اندر جاکر سینی میں کھانا لگوایا اور اٹھا کر تشریف لائے۔ پھر دونوں نے مل کر یہ کھانا کھایا۔

❁ 1916ء میں حضورؓ بیمار ہوگئے اور ڈاکٹری مشورہ کے ماتحت بمبئی جانا تھا۔ حضورؓ نے مولوی عطا محمد صاحب کو حکم دیا کہ بمبئی جاؤ اور حضرت سیٹھ اسماعیل آدم صاحب سے مل کر کوئی موزوں مکان کرایہ پر لے لو۔ پھر جب تم تار دو گے تو ہم روانہ ہوں گے۔...... میرے والد مولوی نعمت اللہ صاحب گوہر، ڈاکٹر عبدالغنی کڑک مرحوم اور مَیں لاہور کے ریلوے اسٹیشن پر الوداع کہنے والوں میں شامل تھے۔ رات کی گاڑی سے حضورؓ سوار ہوئے اور بمبئی پہنچے۔ وہاں مولوی عطاء محمد صاحب کو یاد فرمایا مگر وہ سٹیشن پر موجود نہ تھے۔ یہ سمجھا گیا کہ وہ ضروری انتظامات کے لئے گھر پر ٹھہر گئے ہوں گے۔ گھر پہنچ کر بھی مولوی صاحب کہیں نظر نہ آئے۔ اِدھر اُدھر دریافت کیا گیا مگر پھر بھی مولوی صاحب نہ ملے۔ حضورؓ کو بڑا فکر ہوا اور پولیس میں رپورٹ درج کرانے کی سوچنے لگے۔ اتنے میں کسی نے مکان کے اندر کا ایک کمرہ جو کھولا تو کیا دیکھا کہ مولوی صاحب گہری نیند سو رہے ہیں۔ اُن کو جگایا وہ آنکھیں ملتے ہوئے ہڑ بڑا کر اُٹھے۔ تو حضورؓ نے ہنستے ہوئے فرمایا: آپ کہاں چھپ گئے تھے؟ انہوں نے بے ساختہ جواب عرض کیا کہ دو دن گاڑی میں سفر کیا اور دو دن مکان تلاش کرکے اسے جھاڑ پُھونکا اب مَیں سوتا بھی نہ؟ اس پر حضورؓ بہت ہنسے۔

❁ قادیان کی برسات بہت مشہور تھی۔ نواحی علاقہ کا پانی جمع ہوکر قادیان کو جزیرہ بنا دیتا تھا۔ حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ کی عادت تھی کہ برسات میں چھ سات لکڑی کی گیلیاں منگوا کر اُن کے سرے مضبوطی سے بندھوا کر کشتی سی بنا لیتے تھے اور سیر کیا کرتے تھے۔ کبھی کبھی میر صاحبؓ کی غیر حاضری میں لڑکے اُسے بغیر اجازت بھی لے جایا کرتا تھے۔

ایک دن عشاء کے بعد کا وقت تھا۔ میں حضرت میر صاحبؓ کے ساتھ ڈھاب کے کنارے کھڑا تھا۔ چاندنی خوب چٹکی ہوئی تھی اور ہوا میں خنکی تھی۔ یکا یک سطحِ آب پر ربڑ کی canoe کشتی آکر رُکی اور آواز آئی ''ماموں جان السلام علیکم''۔ یہ حضرت خلیفہ ثانیؓ اور حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ تھے۔ میر صاحب کچھ باتیں کرتے رہے۔ اس کے بعد حضورؓ نے میر صاحب سے فرمایا کہ آپ اپنی بھاری بھرکم کشتی کا مقابلہ canoe سے کریں۔ حضرت میر صاحب نے مجھ سے پوچھا کیا تم تیار ہو۔ مَیں نے اپنے آپ کو اس مجلس کا چوتھا مگر کمسن رکن خیال کرتے ہوئے بے تکلفی سے کہا: یہ تو خرگوش اور کچھوے کی ریس ہوگی۔ اس پر سب ہنسنے لگے مگر حضورؓ نے جھٹ فرمایا کہ ہم سے جس قدر چاہو سٹارٹ لے لو۔ اس پر میر صاحب نے پھر میری طرف دیکھا۔ میں نے کہا منظور ہے۔ چنانچہ میں نے اور میر صاحب نے لمبے لمبے بانس سنبھال لئے اور جس قدر ممکن تھا اپنی کشتی کو تیز کرلیا۔ جب ریتی چھلّہ والے بڑ کے درخت سے آگے گزر گئے تو میر صاحب نے کہا آواز دیدو آجائیں۔ مَیں نے بلند آواز سے کہا: ''آجائیں''۔ ابھی ہم اس جگہ نہ پہنچے تھے جہاں سرکاری پرائمری سکول واقع ہے کہ canoe تیر کی طرح سے ہمارے پاس سے گزر کر آگے نکل گئی۔ اس کے بعد canoe واپس آئی۔ اور ہم بھی تھک کر ٹھہر گئے تھے۔ حضرت صاحبؓ کینو میں ہمارے اردگرد چکر لگاتے رہے اور میر صاحب سے کچھ دیر باتیں کرکے السلام علیکم کہہ کر تشریف لے گئے۔

❁ 22 فروری 1921ء کو پرنس آف ویلز (موجودہ ڈیوک آف ونڈسر) لاہور آگئے۔ حضور نے شہزادے کو جماعت کی طرف سے تحفہ دینے کے لئے ایک کتاب تصنیف فرمائی جسے مسجد مبارک میں نماز فجر کے بعد سنایا کرتے تھے۔ اس میں تقریباً 22 ہزار احمدیوں نے ایک ایک آنہ چندہ دے کر ثواب میں حصہ لیا تھا۔ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ طبع کرایا گیا اور حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ بمبئی سے چاندی کا ایک casket تیار کرواکے لائے۔ اُسے کشتی میں رکھ کر وہ کتاب شہزادے کو بمقام گورنمنٹ ہاؤس لاہور پیش کی گئی۔

شہزادے سے حضورؓ کی ملاقات کا وقت مقرر تھا اور وہ کتاب جو خاص اُسی موقعہ کے لئے تصنیف ہوئی تھی پیش کرنی تھی۔ حضورؓ چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؓ

باقی صفحہ 13 پر ملاحظہ فرمائیں

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی مِلّی اور بین الاقوامی خدمات

(مرتبہ : محی الدین عباسی)

جماعت احمدیہ کی بنیاد جن اصولوں پر رکھی گئی ان میں سے ایک یہ تھی کہ ہمدردی، فلاح و بہبود بلا کسی امتیاز کے تمام انسانیت کی خلوص دل و نیک نیتی سے خدمت کی جائے۔ جماعت احمدیہ کے بانی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے جماعت کو اپنی تعلیمات کے ذریعہ یہی ہدایت فرمائی ہے۔ آپؑ کا پاکیزہ قلب تو تمام انسانیت کی محبت سے لبریز تھا اور آپؑ کا مقصد حیات بلا تفریق تمام انسانوں کی خدمت و ہمدردی تھی۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد کم اور ہندوؤں کی زیادہ تھی۔ ہندو اپنی اکثریت پر مغرور تھے۔ اس لئے حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ نے 1908ء میں فرمایا:

''ہندوؤں سے بالکل جوڑ نہ رکھیں، اگر انگریز آج یہاں سے نکل جاویں تو یہ ہندو مسلمانوں کی بوٹی بوٹی کر دیں''۔ (الحکم 10 جنوری 1908ء)

پاکستان کے بانی حضرت قائداعظم محمد علی جناح بھی برسوں ''ہندو مسلم اتحاد'' کی کوششوں کے بعد اسی نتیجے پر پہنچے تھے کہ ہندوؤں کو اپنی اکثریت کا غرور مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں سے انصاف نہیں کرنے دے گا۔ اس لئے یہی بہتر ہے کہ ہندوؤں کو اپنی اکثریت کے گھمنڈ میں چھوڑ کر ایک الگ مملکت بسائی جائے جہاں اکثریت اور اقلیت کا جھگڑا ہی نہ ہو۔ قائداعظم کی طرح مسلمانوں کے کئی اور رہنما بالآخر اسی نتیجہ پر پہنچے۔ پھر سب نے مل کر قیام پاکستان کے لئے جدوجہد کی جس کے نتیجے میں نئی آزاد و خودمختار مملکت قائم ہوئی اور پاکستان وجود میں آیا چونکہ جماعت احمدیہ کا مؤقف پہلے سے ہی یہ تھا کہ ہندوستان میں اکثریت اور اقلیت کی بنیاد پر کبھی انصاف قائم نہیں ہوگا چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد بھی جماعت انہی خطوط پر کام کرتی رہی۔ بالخصوص حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی ولولہ انگیز اور مدبّرانہ قیادت کے ذریعہ ملّی خدمات کا روشن باب رقم کیا۔

اس سے پہلے کہ آپؓ کی ملّی خدمات بیان کی جائیں، آپؓ کی پیدائش کے بارے میں خدا تعالیٰ کی طرف سے حضرت مسیح موعودؑ کو جو بشارتیں اور عظیم الشان خبریں ملیں ان کا تذکرہ اور کچھ مذہبی پس منظر بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ دین اسلام کو سرخرو اور کامران دیکھنے کی سخت بیقرار تمنا لئے اپنے ربّ سے اس کی رحمت اور قربت کا نشان مانگنے کی طرف متوجہ ہوئے اور اس غرض سے آپؑ نے ہوشیار پور کے قصبہ میں ایک مکان میں تنہا چالیس دن کے لئے گوشہ نشینی اختیار کی۔ آپؑ نے اس مدّت کے اختتام پر بذریعہ اشتہار یہ اعلان فرمایا کہ جو کچھ میں نے خدا سے مانگا تھا وہ اس نے بے پایاں رحمت اور کمال شفقت کے نتیجہ میں مجھے عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے اور ایک ایسے متصف باصفات حسنہ، ذی شان بیٹے کی ولادت باسعادت کی خوشخبری دی ہے جو اپنی غیر معمولی صفات اور عظیم الشان خدمت اسلام کے ذریعہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ آپؑ نے نشان کی طالب دنیا کو بتایا:

''بالہام اللہ تعالیٰ و اعلامہ عزوجل خدائے رحیم و کریم، بزرگ و برتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے، جل شانہ وعزّ اسمہ نے مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا: ''میں تجھے ایک رحمت اور برکت کا نشان دیتا ہوں۔ اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان پر اٹھایا جائے گا'' وکان امراً مقضیا''۔

دراصل اس پیشگوئی میں کسی انفرادی عظمت کے حامل عظیم ہیرو کی پیدائش کا ذکر نہیں بلکہ ایک ایسے مذہبی رہنما کی ولادت کی خبر دی جا رہی ہے جسے اس زمانہ کی ایک مذہبی تحریک کا روح رواں بننا تھا اور جس کی تمام قوتیں اور فطری استعدادیں اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے وقف ہو جانا تھیں۔ (سوانح فضل عمرؓ جلد اول صفحہ 3-5)

اس پیشگوئی کے تقریباً تین سال بعد وہ بچہ جس کے ذکر نے برصغیر پاک و ہند کی مذہبی فضا میں تہلکہ مچائے رکھا تھا 12 رجنوری 1889ء بمطابق 9 جمادی الاول 1306ھ کو جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی رات قادیان میں پیدا ہوا۔ اس کا نام بشیر الدین محمود احمد رکھا گیا۔ جوں جوں مستقبل نے اپنے ورق الٹے، یہ امر گمان سے یقین میں بدلتا چلا گیا کہ یہ وہی موعود بچہ ہے جس نے دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر کرتے ہوئے زمین کے کناروں تک شہرت پائی ہے۔ (سوانح فضل عمر جلد اول صفحہ 71)

تاریخ مذاہب میں انیسویں صدی کا نصف آخر اور بیسویں صدی عیسوی کا آغاز خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ وہ دور ہے جبکہ تمام روئے زمین پر ایک طرف تو بڑے بڑے مذاہب کے درمیان گہری سنجیدگی اور انہماک کے ساتھ نظریاتی جنگ لڑی جا رہی تھی اور دوسری طرف احیائے علوم اور تہذیب نو کے نتیجہ میں مذہبی اور غیر مذہبی نظریات باہم دگر بڑی شدت کے ساتھ برسر پیکار تھے۔ عیسائیت، اسلام اور ہندومت ان تینوں مذاہب کی باہمی جنگوں کے لئے ہندوستان بہترین اکھاڑا تھا۔ چنانچہ اٹھارہویں صدی کے نصف آخر میں سرزمین ہند میں ان تینوں مذاہب کے درمیان وسیع پیمانے پر تاریخی اہمیت کی نظریاتی جنگیں لڑی گئیں اور ان تینوں میں سب سے کمزور اور قابل رحم حالت مسلمانوں کی تھی۔ اور ان کی کمزوری یہ تھی کہ ان میں ایک قومی مذہبی قیادت کا فقدان تھا اور وہ اندرونی اختلافات میں الجھے ہوئے تھے اس لئے ان کی مذہبی قیادت پیش آمدہ خطرات سے نبرد آزما ہونے کی صلاحیت نہ رکھتی تھی۔ (ایضاً صفحہ 4)

مِلّی خدمات

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی مِلّی خدمات کو تمام اکابر نے نہ صرف قدر کی نظر سے دیکھا بلکہ اس کا اعتراف بھی کیا چنانچہ مولانا محمد علی جوہر نے لکھا:

''ناشکر گزاری ہوگی کہ جناب مرزا بشیر الدین اور ان کی اس منظم جماعت کا ذکر ان سطور میں نہ کریں۔ جنہوں نے اپنی تمام تر توجہات بلا اختلاف عقیدہ مسلمانوں کی بہبود کیلئے وقف کر دی ہیں''۔ (اخبار ہمدرد 26 ستمبر 1927ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی مِلّی خدمات ایک وسیع پس منظر رکھتی ہیں اور آپ کی پوری زندگی انہی سے عبارت ہے۔ یہ موضوع اس قدر وسیع ہے، اس پر کئی کتابیں لکھی جاسکتی ہیں لہٰذا اس مضمون میں اختصار کے ساتھ صرف اجمالی جائزہ ہی ممکن ہے جس سے ہر صاحب بصیرت بخوبی یہ جان لے گا کہ آپ کے متعلق یہ پیشگوئی کس شان سے پوری ہوئی کہ ''وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا''۔

"شدھی تحریک اور خطرہ ارتداد کے خلاف تبلیغی جہاد"

24-1923ء کا زمانہ تھا۔ ہندو کے ایک بڑے بااثر لیڈر پنڈت شردھانند جی نے ہندوستان کے صوبہ اتر پردیش اور کئی اضلاع کی ریاستوں میں بسنے والے مسلمانوں کو جو پہلے کسی زمانے میں غیر مسلم راجپوتوں، ملکانوں، گوجروں اور جاٹوں میں سے مسلمان ہوئے تھے لیکن تعلیم اسلام سے بالکل ناواقف تھے، ہندو بنانے کا آغاز کیا اور ہزاروں ایسے لوگوں کو مرتد کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس کام میں روپیہ پیسہ کی لالچ اور ہندو حکام اور راجوں مہاراجوں کے بے جا اثر و رسوخ سے کام لیا گیا۔ اس نازک موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی قیادت میں مجاہدین احمدیت نے اس فتنہ ارتداد کے سدّ باب کیلئے جو تبلیغی جہاد کیا اس کے متعلق مسلم اخبارات سے چند اقتباس پیش ہیں۔

☆ مولانا ظفر علی خان صاحب کے "اخبار زمیندار" نے 8 اپریل 1923ء کی اشاعت میں لکھا کہ احمدی بھائیوں نے جس خلوص۔ جس ایثار، جس جوش اور جس ہمدردی سے اس کام میں حصہ لیا ہے وہ اس قابل ہے کہ ہر مسلمان اس پر فخر کرے۔

اخبار زمیندار 17 مئی 1923ء میں رقم ہے کہ "ہندو ہو جانے سے ہزار درجہ بہتر ہے کہ ایک مسلمان احمدی ہو جائے۔ سیاسی نقطہ نگاہ سے بھی دیکھ لیں اگر چھ لاکھ ملکانے مسلمان، مسلمانوں کی کس جماعت میں شامل ہو جائیں تو مسلمان شمار کئے جائیں گے لیکن اگر ہندو ہونگے تو فریق ثانی کی طاقت میں اضافہ کا باعث ہونگے۔ مسلمانوں کے مقاصد سیاسی کی حفاظت کے دعویدار بتلائیں کہ ثواب کی راہ کونسی ہوگی۔

پھر اسی اخبار نے اپنی 29 جون کی اشاعت میں لکھا کہ قادیانی احمدی اعلیٰ ایثار کا اظہار کر رہے ہیں ان کے قریباً ایک سو مبلغ امیر وفد کی سرکردگی میں مختلف دیہات میں مورچہ زن ہیں۔ ہم گو احمدی نہیں مگر ہم احمدیوں کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

☆ اخبار ذوالفقار لاہور 17 جنوری 1923ء کی اشاعت میں رقم طراز ہے: ہم یہ ضرور کہیں گے اور انصاف سے کہتے ہیں کہ احمدی جماعت کے لئے اس میدان میں نہایت درجہ کی مشکلات اور آہنی اور پتھر دیواریں حائل کر دینے میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا گیا مگر یہ اپنے کام میں نہایت خاموشی سے لگے رہے اور دشوار گزار گھاٹیوں کو عبور کر گئے۔

☆ اخبار مشرق گورکھپور (یوپی) 29 مارچ 1923ء کی اشاعت میں لکھتا ہے کہ "اس جہاد میں اس وقت یہی فرقہ نظر آتا ہے اور باوجود اس بات کے کہ احمدی فرقہ کے نزدیک اس گروہ نومسلم کی تائید کی ضرورت نہ تھی کیونکہ اس فرقہ میں اس کا کوئی تعلق نہ تھا مگر اسلام کا نام لگا ہوا تھا اس لئے اس کی شرم سے امام جماعت احمدیہ کو جوش پیدا ہو گیا ہے اور آپ کی بعض تقریریں دیکھ کر دل پر بہت ہیبت طاری ہوتی ہے کہ ابھی خدا کے نام پر جان دینے والے موجود ہیں اور اگر ہمارے علماء کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ احمدیہ جماعت اپنے عقائد کی تعلیم دے گی تو وہ اپنی متفقہ جماعت میں ایسا خلوص پیدا کریں کہ آگے بڑھیں کہ ستو کھائیں اور چنے چبائیں اور اسلام کو بچائیں۔

☆ اخبار وکیل امرتسر نے 3 مئی 1923ء کے اداریہ میں لکھا کہ ہم علیٰ وجہ البصیرت اعلان کرتے ہیں کہ قادیان کی جماعت بہترین کام کر رہی ہے۔

☆ اس کے علاوہ بعض صاف گو غیر مسلم ہندو اخبارات نے بھی حضرت امام جماعت احمدیہ کی قیادت میں کئے جانے والے تبلیغی جہاد کا جائزہ لیتے ہوئے تنظیمی اور تبلیغی پر امن کوششوں کو خراج تحسین پیش کیا۔ ان اخبارات میں آریہ پترکا بریلی، دیوسماجی جیون تت لاہور اور اخبار تیج دہلی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

"سیرت النبی ﷺ کے جلسوں کا انعقاد"

1928ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے سیرۃ النبیؐ کے جلسوں کی بنیاد رکھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس اہم تحریک کی تجویز حضورؓ کے دل میں 1927ء کے آخر میں اس وقت القاء فرمائی جبکہ ہندوؤں کی طرف سے کتاب "رنگیلا رسول" اور "رسالہ ورتمان" میں آنحضرت ﷺ کی شان مبارک کے خلاف گستاخیاں انتہا کو پہنچ گئیں۔ حضور نے اس مرحلہ پر آنحضرت ﷺ کی ناموس وحرمت کی حفاظت کے لئے ملکی سطح پر ایک کامیاب مہم شروع فرمائی۔ یہ مہم اسلامی دفاع کا ایک شاندار نمونہ تھی۔ دراصل یہی خیال تھا جس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے آپؓ نے سیرۃ النبیؐ کے جلسوں کی تجویز فرمائی۔ پھر پورے برصغیر میں جلسوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ چنانچہ قادیان سے قریباً 50 لیکچرار مختلف مقامات پر ہونے والے جلسوں میں شامل ہوئے۔ ان جلسوں کی صدارت بعض اہم لوگوں نے کی مثلاً حفیظ جالندھری، مولوی صفت اللہ فرنگی محل، شمس العلماء سید سبط حسن، شیخ عبدالقادر، خواجہ حسن نظامی، نواب سر عمر حیات، خان ٹوانہ، نواب صدر یار جنگ، شمس العلماء مولوی الطاف حسین حالی، مسٹر محمد سہروردی۔ نیز متعدد ہندو، سکھ، عیسائی اور چینی دانشوروں نے بھی آنحضرت ﷺ کی پاکیزہ سیرت، بیش بہا قربانیوں اور عدیم النظیر احسانات کا ذکر کیا۔ مجالس سیرت النبیؐ کی کامیابی ایسے شاندار رنگ میں ہوئی کہ بڑے بڑے لیڈر دنگ رہ گئے اور اخبارات نے اس پر بڑے عمدہ تبصرے شائع کئے اور اس غیر معمولی کامیابی پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو مبارکباد دی۔ چند اخبارات کے تأثرات ملاحظہ فرمائیں۔

☆ کلکتہ کے بنگالی "اخبار سلطان" 21 جون 1928ء نے لکھا: جماعت احمدیہ نے رسول کریم کی سیرت بیان کرنے کے لئے ہندوستان بھر میں کامیاب جلسے کئے یہ ایک حقیقت ہے کہ اس نواح میں احمدیوں کو ایسی عظیم الشان کامیابی ہوئی ہے کہ اس سے قبل نہیں ہوئی۔ ہم خود ان کی طاقت کا اعتراف کرتے ہیں اور ان کی کامیابی کے متمنی ہیں۔

☆ اخبار کشمیر لاہور 28 جون 1928 نے '17 جون کی شام' کے عنوان سے تبصرہ کیا: مرزا بشیر الدین محمود احمد قادیانیوں کے خلیفہ کی یہ تجویز کہ 17 جون کو آنحضرت ﷺ کی پاک سیرت پر ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں لیکچر اور وعظ کئے جائیں باوجود اختلافات عقائد کے نہ صرف مسلمانوں میں مقبول ہوئی بلکہ بے تعصب امن پسند صلح جو غیر مسلم اصحاب نے 17 جون کے جلسوں میں عملی طور پر حصہ لیکر اپنی پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ ہندوستان کے ایک ہزار سے زائد مقامات پر بیک وقت بیک ساعت ہمارے برگزیدہ رسولؐ کی حیات اقدس، انکی عظمت، ان کے احسانات واخلاق اور انکی سبق آموز تعلیم پر ہندو مسلمان اور سکھ اپنے اپنے خیالات کا اظہار کر رہے تھے اگر اس قسم کے لیکچروں کا سلسلہ برابر جاری رکھا جائے تو مذہبی تنازعات وفسادات کا فوراً انسداد ہو جائے۔

☆ ان جلسوں کی کامیابی پر خوشی اور اس کے مخالفین پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے پیشوا اخبار دہلی لکھتا ہے: قادیانی جماعت کے زیر اہتمام تمام ہندوستان میں فخر کائناتؐ کی سیرت پر ہندوستان کے ہر خیال اور ہر طبقہ کے باشندوں نے لیکچر دیئے اور خوشی کا مقام ہے مگر افسوس کہ علماء دیوبندی نے ذکر رسولؐ کی مخالفت اس لئے کی کہ ان کو قادیانی عقائد سے اختلاف ہے 1929ء کے جلسوں پر مسلم پریس کا تبصرہ جو حسن نظامی نے لکھا۔ ربیع الاول کے جشن خالص مذہبی تقریب کی صورت میں ہوتے ہیں مگر 2 جون کے جلسے اس طرز کے ہوں گے جن میں عیسائی اور ہندو وغیرہ بھی شریک ہو سکیں اور سیرت پاک رسولؐ کو سن کر اپنے خیالات کی اصلاح کر سکیں جو غلط پراپیگنڈا نے غیر مسلمین کے دلوں میں جما دیئے ہیں لہٰذا میرے تمام رفیقوں اور مریدوں کو ان جلسوں کی تیاری اور تعمیل میں پوری جد وجہد کرنی چاہئے۔ (اخبار منادی 24 مئی 1929)

برصغیر پاک وہند براہ راست حضرت مصلح الموعود کی توجہ کا مرکز رہا ہے اور اس خطہ کے مسائل حل کرنے کی طرف خاص توجہ رہی۔ ہندوستان کی بالعموم اور یہاں کے مسلمانوں کی بالخصوص ہمدردی خدمت کے لئے ہمیشہ کوشاں رہے تاہم آپ کو عالم اسلام کا مفاد اور اس کی بہتری ہمیشہ عزیز رہی اور آپ کی ترجیحات میں یہ اول نمبر پر رہی۔ مسئلہ چاہے سیاسی نوعیت کا ہو یا مذہبی ہو یا عالمی سطح کا۔ آپ ہر میدان میں بنی نوع انسان کی خدمت سے سرشار رہے ان کی اصلاح اور بہتری کے لئے خطابات فرمائے۔ کئی درجن کتب تصنیف کیں۔ دن رات کام کئے اور دعائیں بھی کیں اور اپنی صحت و آرام کا خیال تک نہ رکھا۔ آپ کے غور وفکر کا یہی امر تھا کہ مسلمان خواہ دنیا کے کسی بھی حصہ میں آباد ہوں، کسی رنگ ونسل کے، کسی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہوں۔ کس طرح متفق و متحد ہو کر دشمنوں کی ریشہ دوانیوں اور سازشوں میں محفوظ ہو سکتے ہیں۔ برصغیر ہند و پاک کے علاوہ دنیا کے بڑے بڑے سیاستدان، مدبر، مفکر صحافی اور سماجی لیڈر آپ کی سیاسی بصیرت کے قائل تھے اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

آل مسلم پارٹیز کانفرنس میں شرکت

حضرت مصلح موعودؓ 1930ء میں شملہ تشریف لے گئے۔ 2 جولائی سے 3 اگست تک جاری رہنے والے اس دورہ کو مسلمانان ہند کی سیاسی جدوجہد میں سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے۔ دراصل شملہ میں مقیم مسلم زعماء نے اس کے لئے خاص طور پر تحریک کی تھی۔ چنانچہ چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحبؓ نے 25 جون کو حضور کی خدمت میں مکتوب لکھا تھا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ سائمن کی رپورٹ کا خلاصہ حضور نے ملاحظہ فرما لیا ہوگا جو اکثر پہلوؤں سے مایوس کن ہے۔ سردار حیات خان اور دیگر احباب شملہ کی خواہش ہے کہ حضور 4 و 5 جولائی 1930ء کی کانفرنس میں ضرور شمولیت فرمائیں تا اس موقع پر مسلمانوں کی صحیح نمائندگی ہو سکے۔

سائمن کمیشن رپورٹ پر تبصرہ اور ہندوستان کے سیاسی مسئلہ کا حل

گول میز کانفرنس کے موقع پر مسائل اقلیت کے سلسلہ میں سائمن کمیشن کی رپورٹ کا زیر غور آنا ناگزیر تھا۔ وائسرائے ہند یہ کہہ چکے تھے کہ یہ اہم سرکاری حیثیت اور پُرمعنی قدر و قیمت کی دستاویز ہے اور اس وقت ہندوستان کی سیاسی حالت کے مسئلہ کا ایک اس میں تعمیری حل ہے۔ جس سے بہتر ہمارے پاس اور کوئی حل موجود نہیں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے گول میز کانفرنس کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک مدلّل و مفصل اور جامع و مانع تبصرہ لکھا اور اس کا انگریزی ایڈیشن شائع کرا کے بذریعہ ہوائی جہاز عین اس وقت انگلستان میں پہنچا دیا جبکہ گول میز کانفرنس کی کارروائی کا آغاز ہونے والا تھا اس کتاب کی تیاری میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ، حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ اور حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب دردؓ نے دن رات ایک کر کے نہایت محنت اور عرق ریزی سے کام کیا۔ انہیں کوششوں کا نتیجہ تھا کہ کتاب بروقت تیار ہوگئی اور گول میز کانفرنسوں کے ممبروں کے علاوہ وزیراعظم برطانیہ، وزیر ہند اور دیگر عمائدین ارکان سلطنت برطانیہ تک پہنچ گئی اور اس کے بعد ہندوستان میں بھی اعلیٰ حکام اور اسمبلی اور کونسل کے اکثر ممبروں اور ملک کے چوٹیوں کے سیاسی لیڈروں کو بھجوائی گئی اور بکثرت تقسیم کی گئی یہ تبصرہ جس میں مسلمانوں کے حقوق و مطالبات کی معقولیت پر سیر حاصل بحث کی گئی تھی اور ہندوستان کے سیاسی مسئلہ کا نہایت معقول اور تسلی بخش حل پیش کیا گیا تھا اور اس سے گول میز کانفرنس کے مسلمان نمائندوں کو بہت تقویت پہنچی اور اس کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے پہلی بار متفقہ طور پر اپنے مطالبات کامیابی اور خوبی کے ساتھ پیش کئے اور انگلستان کے اہل الرائے لوگوں پر اس کا اس قدر گہرا اثر ہوا کہ لوگ جو چند روز پہلے اس عظیم الشان ملک کو ہندوؤں کے ہاتھ میں دینے کو تیار بیٹھے تھے اس غلطی سے متنبہ ہو گئے اور مسلمانوں کی ہندوستانی خصوصی حیثیت کے قائل ہو کر ان کے مطالبات کی معقولیت کا اقرار کرنے پر مجبور ہو گئے۔ یہ تبصرہ انگلستان اور ہندوستان دونوں حلقوں میں بہت مقبول ہوا۔ نہایت درجہ دلچسپی اور توجہ سے پڑھا گیا اور مدبروں، سیاستدانوں اور صحافیوں نے اس پر بڑے شاندار الفاظ میں خراج تحسین ادا کیا بطور نمونہ چند آراء اختصار کے ساتھ پیش ہیں:

سر جیمز واکر: مجھے ایک جلد ہندوستان کے سیاسی مسئلہ کا حل مصنفہ جناب امام جماعت احمدیہ ملی ہے۔ میں اس کے لئے آپ کا بہت مشکور ہوں۔ میں نے اس کے بعض جستہ جستہ مقامات دیکھے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ تصنیف قابل دید ہوگی۔

سر جان کر: کتاب ہندوستان کے سیاسی مسائل کا حل کی ایک جلد ارسال فرمانے کے لئے میں آپ کا بے حد ممنون ہوں اور میں اسے بہت دلچسپی سے پڑھ رہا ہوں۔

لارڈ ہیلشیم: آپ نے مجھے وہ کتاب ارسال کی جس میں سائمن کمیشن رپورٹ کے متعلق مسلمانوں کی رائے درج ہے، میں اس بات کو اہمیت کو خوب سمجھتا ہوں کہ سائمن رپورٹ کو خالی الذہن ہو کر پڑھنا بہت ضروری اور اسے ناحق ہدف ملامت بنانا غیر معقول مطالبات پیش کرنا درست نہیں اس لئے مجھے اسی بات کی بڑی خوشی ہے کہ مجھے اس کے متعلق ایک ذمہ دار طبقہ کی رائے پڑھنے کا موقع ملا ہے۔

برطانوی اخبار 'ٹائمز آف لندن' 20 نومبر 1930ء کو 'فیڈرل آئیڈل' کے عنوان کے تحت لکھتا ہے کہ ہندوستان کے مسئلہ کے متعلق ایک اور ممتاز تصنیف مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔

ایم ایل ایمری مشہور ممبر کنزرویٹو پارٹی: مَیں نے یہ کتاب بڑی دلچسپی سے پڑھی ہے اور میں اس روح کو جس کے ساتھ یہ کتاب لکھی گئی ہے اور نیز اس محققانہ قابلیت کو جس طرح ان سیاسی مسائل کو حل کیا گیا ہے نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔

مذکورہ بالا انگلستان کے سیاستدانوں کی آراء تھیں۔ ہندوستان کے مسلم زعماء اور پریس کے تبصرے بھی ملاحظہ فرمائیں۔

ڈاکٹر ضیاء الدین آف علی گڑھ: میں نے کتاب نہایت دلچسپی سے پڑھی میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس کی یورپ میں بہت اشاعت فرمائیں ہر ایک ممبر پارلیمنٹ کو ایک ایک نقل ضرور بھیج دی جائے اور انگلستان کے ہر مدیر اخبار کو بھی ایک ایک نسخہ ارسال کیا جائے اس کتاب کی ہندوستان کی نسبت انگلستان میں زیادہ اشاعت کی ضرورت ہے، جناب مرزا صاحب نے یہ اسلام کی ایک اہم خدمت سرانجام دی ہے۔

ڈاکٹر سر محمد اقبال: چند واقعات کا میں نے مطالعہ کیا ہے نہایت عمدہ اور جامع ہے۔

اخبار انقلاب لاہور مورخہ 16 نومبر 1930ء: جناب مرزا صاحب نے اس تبصرہ کے ذریعہ سے مسلمانوں کی بہت بڑی خدمت انجام دی ہے یہ بڑی بڑی اسلامی جماعتوں کا کام تھا جو مرزا صاحب نے انجام دیا ہے۔

اخبار ہمت لکھنؤ کے ایڈیٹر مؤرخہ 5 دسمبر 1930ء: ہمارے خیال میں اس قدر ضخیم کتاب کا اتنی قلیل مدت میں اردو میں لکھا جانا، انگریزی میں ترجمہ ہو کر طبع ہونا، اغلاط کی درستی، پروف کی صحت اور اس سے متعلق سینکڑوں دقتوں کے باوجود تکمیل پانا اور فضائی ڈاک پر تقسیم کیا جانا اس کا بین ثبوت ہے کہ مسلمانوں میں بھی ایک ایسی جماعت ہے جو اپنے نقطۂ نظر کے مطابق اپنے فرائض سمجھ کر وقت پر انجام دیتی ہے اور مستعدی اور تندہی کے ساتھ۔ غرض یہ کہ کتاب مذکورہ ظاہری و باطنی خوبیوں سے مزیّن اور دیکھنے کے قابل ہے۔

قائداعظم محمد علی جناح کو واپس سیاست میں لانا

گول میز کانفرنسوں کے بعد قائداعظم محمد علی جناح ہندوستانی سیاست سے مایوس

ہو کر لندن منتقل ہو گئے اور وہاں پر اپنی قانونی پریکٹس شروع کر دی۔۔ انہوں نے فرمایا: ''مجھے ایسا محسوس ہونے لگا کہ میں ہندوستان کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ نہ ہندو ذہنیت میں کوئی خوشگوار تبدیلی کر سکتا ہوں نہ مسلمانوں کی آنکھیں کھول سکتا ہوں۔ آخر میں لندن میں بود و باش کا فیصلہ کر لیا''۔ اس صورت حال سے بہی خواہ مسلمانوں کو سخت دھچکا لگا اور حضرت امام جماعت احمدیہ کا مسلمانوں کی فلاح و بہبود میں گریاں دل تڑپ اٹھا اور آپ نے امام مسجد بیت الفضل لندن مولانا عبدالرحیم درد صاحب کے ذریعہ بار بار قائداعظم کو مجبور کیا کہ وہ دوبارہ ہندوستانی سیاست میں آئیں۔ امام صاحب کو اس کے لئے بار بار قائداعظم کے پاس جانا پڑا۔ قائداعظم کو قائل کرنا آسان کام نہیں تھا۔ حضرت مولانا درد صاحب غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل تھے اور ان کو جس زبردست روحانی آقا کی ہدایات اور پشت پناہی حاصل تھی، اس نے قائداعظم جیسے مرد آہن کو بھی موم کر دیا اور وہ بے ساختہ پکار اٹھے: "The eloquent Persuction of the Imam left me no escape" یعنی امام صاحب کی فصیح و بلیغ ترغیب و تحریص نے میرے لئے کوئی جائے فرار باقی نہیں چھوڑا۔ قائداعظم نے یہ تاریخی جملہ اس وقت کہا جب مولانا درد صاحب کی کوششوں سے وہ دوبارہ سیاست میں آنے پر آمادہ ہوئے اور انہوں نے مسجد فضل لندن میں پہلی سیاسی تقریر ''ہندوستان کا مستقبل'' کے موضوع پر کی۔ یہ جملہ ان کی تقریر کا آغاز تھا۔ اس کوشش میں پاکستان کے پہلے وزیراعظم لیاقت علی خان بھی حضرت مولانا درد صاحب کے ساتھ شریک تھے۔ تحریک پاکستان کے رہنما، ممتاز مؤرخ اور صحافی جناب محمد شفیع (م۔ش) اس بارے میں تحریر فرماتے ہیں: ''یہ مسٹر لیاقت علی خان اور مولانا عبدالرحیم درد امام لندن ہی تھے جنہوں نے مسٹر محمد علی جناح پر زور دیا کہ وہ اپنا ارادہ بدلیں اور وطن واپس آکر قومی سیاست میں اپنا کردار ادا کریں اس نتیجہ میں مسٹر جناح 1934ء میں ہندوستان واپس آئے اور مرکزی اسمبلی کے انتخابات میں بلا مقابلہ منتخب ہوئے۔

1945ء کے انتخابات میں جماعت احمدیہ کی تائید و حمایت

اس کے بعد وہ مشکل اہم اور فیصلہ کن مرحلہ آیا جس نے قیام پاکستان کی تمام روکوں کو دور کر دیا۔ یعنی 1945/46ء کے انتخابات جن میں مسلم لیگ نے بھرپور کامیابی حاصل کر کے دو قومی نظریہ کی سچائی کا فیصلہ کن ثبوت فراہم کر دیا۔ اس الیکشن میں چونکہ مسلم لیگ کی زندگی موت کا مسئلہ درپیش تھا لہٰذا حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی جماعت کو اس امر کی ہدایت کی کہ اپنی پوری قوت سے مسلم لیگ کی مدد کریں۔ چنانچہ احمدی مرد و زن نے نہ صرف مسلم لیگ کو ووٹ دیئے بلکہ عام کارکنوں کی طرح گھر گھر جا کر مسلم لیگ کو منظم کیا اور ہر قسم کی مالی، اخلاقی اور افرادی مدد دی۔ حضورؓ نے اس وقت فرمایا تھا: ''ہم مسلمانوں کا ساتھ دیں اگر وہ ہلاکت کے گڑھے میں گریں گے تو ہم بھی ان کے ساتھ ہوں گے۔ ہماری وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کو بھی بچالے گا۔'' (بحوالہ الفضل 15 اپریل 1945ء)

پھر فرمایا: آئندہ الیکشنوں میں ہر احمدی کو مسلم لیگ کی پالیسی کی تائید کرنی چاہئے تا انتخابات کے بعد مسلم لیگ بلاخوف تردید کانفرنس سے کہہ سکے کہ وہ مسلمانوں کی نمائندہ ہے۔

حضورؓ نے اُن ایام میں تین ہفتوں کے لئے دہلی میں قیام فرمایا۔ 24 ستمبر کو ڈیڑھ گھنٹہ قائداعظم سے انتہائی مخلصانہ و دوستانہ ماحول میں ملاقات ہوئی۔ اور کئی بار مسلم لیگی نمائندے قادیان میں آئے۔ (بحوالہ الفضل 22 اکتوبر 1945ء)

اس حقیقت کا اعتراف اغیار نے بھی کیا۔ چنانچہ ارجن سنگھ ایڈیٹر اخبار ''رنگین'' نے لکھا کہ ''جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ احمدی جماعت مسلم لیگ کی طرز عمل کی حامی ہے۔ ان لوگوں نے مسلم لیگ کے مقاصد کی تکمیل کی خاطر ہزار ہا روپیہ خرچ کرنے کے علاوہ اپنی تمام کوششیں مسلم لیگ کی کامیابی کے لئے وقف کر رکھی ہوئی ہیں۔'' (کتاب سیر قادیان، بحوالہ تحریک پاکستان میں جماعت کا کردار)

حکیم احمد الدین صدر جماعت المشائخ سیالکوٹ فرماتے ہیں: ''اس وقت تمام مسلم جماعتوں میں سے احمدیوں کی قادیانی جماعت نمبر اول پر جا رہی ہے۔ قیام پاکستان کے لئے مسلم لیگ کو کامیاب بنانے کے لئے اس کا ہاتھ بہت کام کرتا تھا۔'' (بحوالہ رسالہ قائداعظم)

خضر حیات کے خاتمہ میں اہم کردار

برطانوی حکومت تمام اختیارات ہندوستان کو سپرد کر دینے کا اعلان کر چکی تھی اور اقتدار ابتداءً صوبوں کو منتقل ہونے والا تھا۔ صوبہ پنجاب میں مسلم لیگ کی بجائے چونکہ یونینسٹ وزارت قائم تھی جس کی موجودگی میں اس صوبہ کے پاکستان میں آنے کا امکان قطعی طور پر مخدوش تھا اس لئے قائداعظم اور دوسرے تمام مسلم لیگی اکابر سر خضر حیات وزیراعلیٰ یونینسٹ حکومت سے مذاکرات کر چکے تھے مگر ان کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ تب جماعت احمدیہ کے امام نے مسلم لیگ کی اس روک کو دور کرنے کے لئے کوشش فرمائی۔

حضرت مصلح موعودؓ نے ملک خضر حیات صاحب کو ایک خط لکھا اور سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کو ان کے پاس بھیجا۔ جس کے بعد ملک خضر حیات صاحب نے 2 مارچ کو اپنا استعفیٰ گورنر کو پیش کر دیا۔ یہ خط 3 مارچ 1947ء کو لکھا گیا جو انگریزی میں تھا۔ مسلم لیگ کا راستہ صاف کروانے پر قائداعظم نے امام جماعت احمدیہ کا شکریہ ادا کیا اس کے متعلق اخبار ''ٹریبیون'' نے اپنی اشاعت 5 مارچ 1947ء میں لکھا: ''معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ خضر حیات صاحب نے یہ فیصلہ سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کے مشورہ اور ہدایت کے مطابق کیا ہے اور اسی دوران امام جماعت احمدیہ کے امام نے خضر حیات خان کو خط لکھا کہ وہ مسلم لیگ کے سامنے جھک جائیں۔ یہ خط سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کے ذریعہ بھیجا گیا تھا جنہوں نے امام کی ہدایت کی پرزور تائید کی ملک خضر حیات خان نے سر ظفر اللہ خان صاحب کو لاہور مشورہ کے لئے بلایا۔ جس کے بعد ملک خضر حیات نے وہ بیان دیا جو اخبارات میں شائع ہوا۔

جماعت احمدیہ کے قیام پاکستان کے تعلق میں سرفروشانہ خدمات پر دہلی کے ''اخبار ریاست'' نے اپنے ایک ادارتی نوٹ میں طنزاً لکھا کہ ''احمدی آج پاکستان کی تائید کر رہے ہیں مگر جب پاکستان قائم ہو گیا تو دوسرے مسلمان ان کے ساتھ وہی سلوک روا رکھیں گے جو افغان حکومت نے کابل میں احمدیوں کے ساتھ کیا تھا''۔

اس پر امام جماعت احمدیہ نے 16 مئی 1947ء کو ایک پُرشوکت تقریر فرمائی جس میں مختلف نقطہ ہائے نگاہ سے مطالبۂ پاکستان کی معقولیت وضرورت پر روشنی ڈالی۔ نیز اعلان کیا کہ مسلمان مظلوموں کا ساتھ دیں گے خواہ ہمیں تختہ دار پہ لٹکا دیا جائے۔

حضور کی یہ تاریخی اور یادگار تقریر مئی 1947ء کے الفضل میں شائع شدہ ہے۔

یہ عشق و وفا کے کھیت کبھی خوں سینچے بغیر نہ پنپیں گے
اس راہ میں جان کی کیا پرواہ، جاتی ہے اگر تو جانے دو

آزادیٔ کشمیر کے لئے جدوجہد

کشمیر کی آزادی اور اس کے عوام کے حقوق کی فراہمی کے لئے جماعت احمدیہ کی خدمات کی ایک لمبی داستان ہے جو ذیل میں اختصار سے پیش ہے۔

1931ء میں اس تحریک کا آغاز ہوا جب مسلمانان ہند نے کشمیر کے عوام کی دادرسی اور ان کو آئینی حقوق دلانے کے لئے ایک آل انڈیا کمیٹی تشکیل دی۔ اس کمیٹی کا صدر امام جماعت احمدیہ کو منتخب کیا گیا۔ علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال نے آپ کا نام تجویز کیا تھا اور خواجہ حسن نظامی، سر فضل حسین اور میاں محمد شفیع جیسے مشہور لیڈر اس کمیٹی میں شامل تھے۔

اس کمیٹی نے ایک سال کے قلیل عرصہ میں کشمیری لوگوں کے لئے بیش بہا خدمات انجام دیں۔ اس کا اعتراف خود کشمیری لیڈروں نے کیا۔ چنانچہ شیخ عبداللہ صاحب لکھتے ہیں: ''سب سے پہلے میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ میں تہہ دل سے آپ کا شکریہ ادا کروں۔ اس بے لوث اور بے غرضانہ کوشش اور جدوجہد کے لئے جو آپ نے کشمیر کے درماندہ مسلمانوں کے لئے کی''۔ پھر لکھا: ''میری زبان میں طاقت نہ میرے قلم میں زور نہ میرے پاس الفاظ ہیں جن سے میں جناب کا اور جناب کے بھیجے ہوئے کارکن مولانا عبدالرحیم درد صاحب اور زین العابدین صاحب وغیرہ کا شکریہ ادا کرسکوں۔ یقیناً اس عظیم الشان کام کا بدلہ جو کہ آنجناب نے ایک بے بس اور مظلوم قوم کی بہتری کے لئے کیا ہے صرف خدائے لایزل ہی سے مل سکتا ہے۔'' (تاریخ احمدیت جلد ششم صفحہ 493 تا 601)

☆ آزاد کشمیر کی آزادی کے لئے بھی آپؓ کی خدمات عظیم ہیں۔ آپؓ کی کوششوں سے آزاد کشمیر کے پہلے صدر غلام نبی گلکار بنے جو احمدی تھے۔ چوہدری غلام عباس رقمطراز ہیں: ''آنجناب نے جو کچھ مظلومان کشمیر کے لئے کیا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے اور کسی تشریح کا محتاج نہیں۔ (بحوالہ کشمیر کی کہانی صفحہ 244)

☆ ''اخبار انقلاب'' لکھتا ہے: ''ہم تمام مسلمانان کشمیر جناب پریذیڈنٹ صاحب آل انڈیا کشمیر کمیٹی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ کے شکرگزار ہیں کہ جو انتھک کوشش وہ ہم مظلومین کی امداد کے لئے کررہے ہیں۔ اس کو بیان کرنے سے ہماری ناچیز زبانیں قاصر ہیں''۔ (بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ششم صفحہ 511)

امام جماعت احمدیہ کی بین الاقوامی خدمات

حضرت مصلح موعودؓ کی بین الاقوامی خدمات کا ذکر نہایت طویل ہے۔ آپؓ کے 52 سالہ دورِ خلافت میں حضرت چوہدری ظفراللہ خان صاحبؓ کو ابتدا سے ہی خصوصی معاون اور مشیر کی حیثیت حاصل تھی۔ چنانچہ جس اسلامی ملک کی آزادی کے لئے چودھری صاحب نے بھرپور جدوجہد کی اس میں حضورؓ کی مسلسل ہدایت اور سوچ کا عمل دخل تھا۔ یہ اُسی پیشگوئی کے مطابق تھا جس میں کہا گیا تھا کہ **''قومیں اس سے برکت پائیں گی''** اور یہ بھی کہ **''خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا''**۔ پس تمام انسانیت کی خلوص دل سے خدمت اور بنی نوع انسان کی ہمدردی، فلاح و بہبود اور بہتری بالخصوص مسلمانانِ دنیا اسلام اور اسلامی ممالک کی آزادی کے لئے آپؓ کی بیش بہا خدمات ہیں۔ خصوصاً:

آزادئ فلسطین

قادیان کی گلی کوچوں میں فلسطینیوں پر ہونے والے مظالم کے خلاف احتجاج کیا گیا۔ فروری 1939ء میں فلسطین کے سلسلہ میں عرب ممالک کی لندن کانفرنس کے موقع پر سعودی شہزادہ امیر فیصل کی موجودگی میں ایک عظیم اجتماع مسجد بیت الفضل لندن میں بھی منعقد ہوا۔ اس تقریب میں حضرت مصلح موعودؓ نے جو پیغام ارسال فرمایا وہ فلسطین کے لئے آپ کے جذبات محبت کی صحیح ترجمانی کرتا ہے۔ حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحبؓ کے نام پیغام ارسال کرتے ہوئے آپؓ نے فرمایا:

''میری طرف سے ہزرائل امیر فیصل اور فلسطین کانفرنس کے دوسرے مندوبین کو خوش آمدید کہیں اور ان کو بتلا دیں کہ جماعت احمدیہ کامل طور پر ان کے ساتھ ہے اور دعا کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو کامیابی عطا کرے اور تمام عرب ممالک کو کامیابی کی راہ پر چلائے اور ان کو اسلامی دنیا کی وہ لیڈرشپ عطا کرے جو ان کو اسلام کی پہلی صدیوں میں حاصل تھی''۔ (بحوالہ الفضل 16 مارچ 1939ء صفحہ 2)

16 مئی 1947ء کو جب اسلام دشمن طاقتوں کی پشت پناہی میں اسرائیلی حکومت کا قیام عمل میں آیا تو ملّت کا یہ فدائی اس المیے پر بے چین ہوگیا۔ اس موقع پر آپؓ نے اَلْکُفْرُ مِلَّۃٌ وَّاحِدَۃ کے نام سے ایک مضمون میں سارے عالم اسلام کو متحد ہونے اور بلاد اسلام کے دفاع کے لئے ایک عالمگیر منصوبہ پیش کرتے ہوئے فرمایا:

''سوال فلسطین کا نہیں مدینہ کا ہے سوال یروشلم کا نہیں سوال خود مکہ مکرمہ کا ہے، سوال زید و بکر کا نہیں سوال محمد رسول اللہ ﷺ کی عزت کا ہے دشمن باوجود اپنی مخالفتوں کے اسلام کے مقابلے پر اکٹھا ہوگیا ہے کہ مسلمان باوجود ہزاروں اتحاد کی وجوہات کے اس موقع پر اکٹھا نہیں ہوگا''۔ (بحوالہ الفضل 21 مئی 1947ء)

آپؓ کا یہ مضمون بلاد عرب میں قبول عام کی صورت میں پھیلا اور مسلمانوں کے جذبات میں بیداری کی ایک نئی لہر پیدا کرنے کا باعث ہوا۔ اس کی مزید اہمیت اور عظمت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ریڈیو شام نے مضمون کا خلاصہ نشر کیا اور چوٹی کے عرب اخبارات نے اقتباسات شائع کئے۔

اس سے قبل دوسری جنگ عظیم کے دوران جب مصر بھی براہ راست جنگ کی لپیٹ میں آگیا اور دیگر اسلامی ممالک پر حملہ کا خطرہ پیدا ہوگیا تھا تو 26 جون 1942ء کو حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا تھا: ''مصر کے ساتھ ہی وہ مقدس سرزمین شروع ہوجاتی ہے جس کا ذرہ ذرہ ہمیں اپنی جانوں سے زیادہ عزیز ہے۔ نہر سویز کے ادھر آتے ہی آج کل کے سفر کے سامانوں کو مدنظر رکھتے ہوئے چندروز کی مسافت کے فاصلے پر ہی وہ مقدس مقام ہے جہاں پر ہمارے پیارے آقا ﷺ کا وجود لیٹا ہے جس کی گلیوں میں محمد مصطفیٰ ﷺ کے پائے مبارک پڑا کرتے تھے۔ دواڑھائی سو میل کے فاصلے پر وہ وادی ہے جسے ہم خدا کا گھر کہتے ہیں اور جس کی طرف دن میں کم ازکم پانچ بار منہ کرکے ہم نماز پڑھتے ہیں اور جس کی زیارت اور حج کے لئے جاتے ہیں جو دین کے ستون میں سے ایک بڑا ستون ہے۔ یہ مقدس مقام صرف چندسو میل کے فاصلے پر ہے اور آجکل موٹروں اور ٹینکوں کی رفتار کے لحاظ سے چار یا پانچ دن کی مسافت سے زیادہ فاصلے پر نہیں اور ان کی حفاظت کا کوئی سامان نہیں۔ وہاں جو حکومت ہے اس کے نہ ٹینک ہیں نہ ہوائی جہاز اور نہ ہی حفاظت کا کوئی اور سامان۔ کھلے دروازوں اسلام کا خزانہ پڑا ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ دیواریں بھی نہیں ہیں اور جوں جوں دشمن ان مقامات کے قریب پہنچتا ہے ایک مسلمان کا دل لرز جاتا ہے۔''

مزید فرمایا: ''پس میں دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور خدا تعالیٰ سے دعائیں کریں کہ وہ ان مقدس مقامات کی حفاظت کے سامان پیدا کردے اور اس طرح دعائیں کریں کہ جس طرح بچہ بھوک سے تڑپتا ہوا چلاتا ہے۔ جس طرح ماں سے جدا ہونے والا بچہ یا بچہ سے محروم ہونے والی ماں آہ وزاری کرتی ہے۔ اسی طرح اپنے رب کے حضور رو رو کر دعائیں کریں کہ اللہ تو خود ان مقدس مقامات کی حفاظت فرما اور ان لوگوں کی اولادوں کو جو آنحضرت ﷺ کے لئے جانیں فدا کر گئے اور ان کے ملک کو ان خطرناک نتائج سے بچا۔''

بلاشبہ امّت کے اس فدائی نے انسانیت اور مسلمانوں کی خاطر اپنی تمام تر طاقتیں صرف کردیں اور ہم نے یہ پیشگوئی پوری ہوتے بھی اپنی آنکھوں دیکھ لی ہے کہ:

اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

تعارف کتاب

(تبصرہ: عبادہ عبداللطیف)

''مضامین شاکر'' (جلد دوم)

آپ کی نظر سے بھی یقیناً بعض ایسی کتب گزری ہوں گی جن کی ورق گردانی شروع کی جائے تو دلچسپ مضامین اپنی گرفت سے نکلنے ہی نہیں دیتے اور ایسے میں وقت کے گزرنے کا احساس ہوتا ہے اور نہ ہی کسی قسم کی تکان کا بوجھ یا نیند کا جھونکا محسوس ہوتا ہے۔ بلکہ جب تک کتاب پوری ختم نہ ہو جائے تب تک ایک ایسی تشنگی کا احساس قائم رہتا ہے جس کے نتیجہ میں قاری دیگر کاموں سے فراغت حاصل کر کے کتاب کے بقیہ صفحات سے لطف اندوز ہونے کی خواہش ہمہ وقت اپنے اندر موجزن پاتا ہے۔ قریباً تین سال قبل ایک ایسی ہی خوبصورت کتاب ہم تک پہنچی تھی جس کے بارہ میں اپنے دلی جذبات کی عکاسی کرتے ہوئے چند سطور رسالہ ''انصارالدین'' کے ایک سابقہ شمارہ کی زینت بنائی گئی تھیں۔ گزشتہ دنوں اس کتاب یعنی ''مضامین شاکر'' کا دوسرا حصہ ہم تک پہنچا ہے اور آج ہمارے پیش نظر یہی معلوماتی مجموعہ ہے۔ پہلے حصہ کی طرح یہ بھی دلچسپ معلوماتی مضامین اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

''مضامین شاکر'' (حصہ دوم) ساڑھے تین صد صفحات پر مشتمل ایک ضخیم مجلّد کتاب ہے۔ کتاب کا سرورق دیدہ زیب مگر سادہ ہے اور برطانیہ کی نہایت نابغۂ روزگار ہستی یعنی ملکہ وکٹوریہ کی تصویر سے مزیّن ہے۔ دراصل اس کتاب میں ملکہ موصوف کے حوالہ سے شاندار تحقیقی معلوماتی مضامین شامل اشاعت ہیں جن کا مطالعہ کرنے سے کئی سربستہ رازوں سے پردہ اٹھتا ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ محترم شاکر صاحب موصوف کی تحقیق کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیغام (کتاب کی صورت میں) ملکہ عالیہ تک پہنچا تھا اور ملکہ کی طرف سے اس پر عقیدت کا اظہار بھی کیا گیا تھا تاہم ملکہ کے قبولِ اسلام کے خوف کے پیش نظر اُن کے قریبی عزیزوں اور خدام کی طرف سے ایسا طریق کار اپنایا گیا کہ ملکہ عالیہ کی خواہشات کے برعکس حضرت اقدس علیہ السلام سے مزید رابطہ جاری نہ رکھا جاسکا۔ اس عالمانہ تحقیق کے نتیجہ میں محترم شاکر صاحب نے جو اہم نتائج حاصل کئے ہیں وہ بلاشبہ مسیح پاک علیہ السلام کا ایک غلامِ صادق ہی حاصل کر سکتا تھا۔

محترم عبدالرحمٰن شاکر صاحب مرحوم (ابن حضرت نعمت اللہ گوہر صاحبؓ) ایک علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ نے ایسے اچھوتے علمی رنگ میں مؤثر ترتیبی اور منفرد قسم کے معلوماتی مضامین تحریر کئے جو مختلف جرائد و اخبارات کی زینت بنتے تو قارئین کی روح تک کو سیراب کر جاتے۔ مرحوم کی پچاس سالہ ادبی و علمی کاوشوں میں سے خوبصورت انتخاب مرتب اور مدوّن کر کے شائع کرنے کی سعادت اُن کے بیٹے مکرم کلیم احمد کِم صاحب کو حاصل ہو رہی ہے۔ اس مجموعہ کو انہوں نے اپنی والدہ محترمہ فضل بیگم صاحبہ کے نام معنون کیا ہے۔ اپنے مرحوم بزرگوں کی شاندار ادبی کاوشوں کو محفوظ کرنا ایک صدقہ جاریہ ہے اور یقیناً ایک قابل ستائش عمل بھی۔ فجزاهم الله احسن الجزاء۔

پیش نظر کتاب ''مضامین شاکر'' حصہ دوم میں کل 60 مضامین شامل ہیں جن میں سے 5 انگریزی زبان میں اور باقی اردو زبان میں تحریر کئے گئے ہیں۔ تمام مضامین عمدہ تحریری کمالات سے مالامال ہیں۔ تحقیقی عرق ریزی کے نتیجہ میں حاصل شدہ معلومات سے بھرپور ہیں۔ نیز منفرد علمی زاویہ نگاہ سے تحریر کئے جانے کے باعث نہایت دلچسپ اور سبق آموز گہرائی کے بھی حامل ہیں۔ اس کتاب کی تعریف میں یہ کہنا یقیناً بجا ہے کہ اسے پڑھنا آپ کی زندگی میں پیش آنے والے کئی روزمرّہ مسائل میں راہنمائی فراہم کر سکتا ہے۔

اس کتاب کی ورق گردانی کرتے ہوئے اگر پروف ریڈر کی کارکردگی سے (یعنی ایسی اغلاط جن سے بچا جاسکتا تھا) کسی حد تک صَرفِ نظر کر لیا جائے تو پھر یقیناً دلچسپ مضامین، برجستہ اشعار مستند حوالوں، جاندار تجزیوں اور اہم نتائج تک پہنچنے کے لحاظ سے، نیز منفرد انداز بیان اور کسی بھی موضوع کی گہرائی میں جا کر اس کا ہر نقطۂ نظر سے احاطہ کرنا...... عمدہ کتب کی شیلف میں اس کتاب کو نمایاں مقام پر فائز کرتا ہے۔

اس حصۂ کتاب میں متعدد اہم اور تاریخی شخصیات کی تصاویر بھی شامل ہیں۔ مثلاً مہدی سوڈانی، لارڈ کچنر، ملاوامل، میر امان اللہ آف افغانستان اور ملکہ وکٹوریہ برطانیہ کی اپنے ہندوستانی استاد منشی عبدالکریم صاحب کے ہمراہ نایاب تصویر۔ یہ تصاویر اس کتاب کو زیادہ مستند، دلچسپ اور معلوماتی بنا کر پیش کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ ملکہ معظمہ وکٹوریہ کی قلمی تحریر (رسم الخط) کی نقل بھی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

اس کتاب میں محترم شاکر صاحب کا اپنے خاندان کے تعارف پر مشتمل ایک مضمون بھی شائع ہوا ہے۔ محترم عبدالرحمٰن شاکر صاحب کا اسم گرامی جماعت احمدیہ کے علمی طبقہ اور جرائد و اخبارات کے قارئین میں بہت معروف ہے کیونکہ آپ کے تحریر کردہ مضامین نصف صدی سے زائد عرصہ تک مختلف جماعتی جرائد کی زینت بنتے چلے آتے رہے ہیں۔ اُس دَور میں تحریر کئے جانے والے آپ کے مضامین آج بھی آپ کے منفرد اسلوب اور نہایت گہری تحقیق پر مبنی علمی کاوشوں کو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔

اگرچہ ''مضامین شاکر'' (حصہ اوّل و دوم) کے منتخب مضامین معمولی تبدیلی کے ساتھ ''انصارالدین'' اور بعض دیگر جرائد کی زینت بنتے رہتے ہیں۔ تاہم اس امر میں بھی کوئی شک نہیں کہ محترم شاکر صاحب مرحوم کی علمی و ادبی کاوشوں کا اصل لطف ان کتب کے مطالعہ سے ہی اٹھایا جاسکتا ہے۔ ان کتب کو پڑھنے کے بعد قاری یقیناً اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ محترم شاکر صاحب نے جس موضوع پر بھی قلم اٹھایا ہے، اُس موضوع کے ساتھ پورا پورا انصاف کیا ہے اور بے شک وہ اُس موضوع کی جزئیات تک کا احاطہ کرتے ہوئے قاری کی تشنگی کے احساس کو سیرابی اور شادابی میں بدل دینے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں۔ ان دو بھرپور جلدوں کی اشاعت کے بعد بھی ہمیں امید ہے کہ محترم شاکر صاحب کے باقی مضامین کو بھی یکجا کر کے پیش کرنے کا حسین عمل جاری رہے گا۔ انشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ اس کام کی توفیق پانے والوں کو جزائے خیر سے نوازے۔ آمین

نوٹ: اگر آپ بھی اپنی کسی پسندیدہ کتاب کا تعارف ''انصارالدین'' کی زینت بنانے کے خواہشمند ہیں تو براہ کرم، درج ذیل فون نمبر پر رابطہ فرمائیں:

07947408144

واقفین زندگی کے ساتھ الٰہی تائیدات ونصرت کے ایمان افروز واقعات کا تذکرہ

(انتخاب: ناصر محمود پاشا)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

☆ 26/اپریل 1984ء کو ضیاء الحق نے خلافِ شرع آرڈیننس جاری کیا تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو اپنے اہل خانہ کے ساتھ پاکستان سے ہجرت کرنا پڑی۔ آپ پہلے بذریعہ کار کراچی پہنچے۔ وہاں سے بذریعہ ہوائی جہاز انگلستان پہنچنے کا پروگرام تھا۔ آپ کی فلائٹ پہلے ہی ایمسٹرڈم جانے والے KLM کے جہاز پر 30/اپریل کے لئے مخصوص ہو چکی تھی۔ جہاز کی پرواز کے وقت اعلان ہوا کہ جہاز کی روانگی میں تاخیر ہو گئی ہے۔ اس تاخیر کی وجہ سے جیسا کہ بعد میں معلوم ہوا، جنرل ضیاء الحق کا اپنے ہاتھوں کا لکھا ہوا ایک حکم نامہ تھا، جس کا مفہوم سمجھنے کی ائرپورٹ کا حفاظتی عملہ ناکام کوشش کر رہا تھا۔ آخر قریباً دو گھنٹوں کی تاخیر کے بعد جہاز کو پرواز کی اجازت دیدی گئی۔ اور یوں وہ جہاز اپنی متاعِ عزیز کو لے کر خراماں خراماں پرواز کرتا ہوا اپنی یورپی منزلِ مقصود کی طرف روانہ ہو گیا۔

جنرل ضیاء الحق کا وہ حکم نامہ کیا تھا اور وہ کس طرح کراچی ائرپورٹ کے حفاظتی عملہ کے لئے عقدۂ لاینحل بنا رہا، اس کی پوری کیفیت کا ادراک کرنے کیلئے اس کے پس منظر میں جانا ضروری ہے۔

جنرل ضیاء نے آرڈیننس کے اجراء کے فوراً بعد نہ صرف حضرت امام جماعت احمدیہ کی نقل و حرکت پر کڑی نگرانی شروع کر دی بلکہ اس نے ایک ایسا خفیہ حکم بھی جاری کر دیا جس کے مطابق آپ کے لئے پاکستان سے باہر جانے کے تمام بری، بحری اور ہوائی راستے بند کر دیئے گئے۔ یہ وہی حکم نامہ تھا، جو اُس وقت جب کہ آپ ملک کو چھوڑ کر باہر جا رہے تھے، کراچی ائرپورٹ کے حفاظتی عملہ کے لئے ایک عقدۂ لاینحل بن گیا۔ بات یہ ہوئی کہ جنرل ضیاء الحق سے وہ حکم نامہ لکھتے وقت ایک بہت بڑی فروگزاشت ہو گئی۔ اس نے حکم نامہ کی عبارت یہ لکھی: ''مرزا ناصر احمد کو جو اپنے آپ کو جماعت احمدیہ کا خلیفہ کہتے ہیں، پاکستان چھوڑنے کی ہرگز اجازت نہیں''۔

ہر کوئی یہ جانتا تھا کہ 'مرزا ناصر احمد' دو سال قبل وفات پا چکے تھے۔ موجودہ خلیفہ کا نام 'مرزا طاہر احمد' تھا۔ کراچی ائرپورٹ پر متعین عملہ اس الجھن میں پڑ گیا اور اس پر کافی لے دے ہوتی رہی کہ آیا وہ اس حکم نامہ کی رو سے حضرت مرزا طاہر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الرابع) کو روک سکتے ہیں یا نہیں۔ اس الجھن کے حل کے لئے بالآخر انہوں نے رات اسلام آباد فون بھی کیا تاکہ ضیاء الحق سے اس کی وضاحت کروائی جائے۔ مگر وہاں سے جواب ملا کہ جنرل صاحب محو استراحت ہیں اور ان سے رابطہ نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ اس حکم نامے کو کسی پرانے اور زائد المیعاد حکم پر محمول کرتے ہوئے ہوائی جہاز کو پرواز کی اجازت دیدی گئی۔

جب جنرل ضیاء الحق کو علم ہوا کہ اس کا 'شکار' اس کے ہاتھ سے نکل چکا ہے، تو وہ غصے سے باؤلا ہو گیا۔

بہرحال اب تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ حضرت امام جماعت احمدیہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں پاکستان سے باہر آ چکے تھے اور اس طرح پر ایک ظالم اور سفاک ڈکٹیٹر کی دست برد سے آزاد ہو چکے تھے۔ اس کے جلد بعد ہی خدائے غیور کے غضب کی لاٹھی خود اس (ظالم ڈکٹیٹر) کے اُوپر چل گئی اور وہ اپنے بیس جرنیلوں کو بھی ساتھ لیتا ہوا اس حاکم ازلی کی عدالت میں حاضر ہو گیا، جس کے آگے بڑے بڑے خودسروں اور فرعونوں کی گردنیں جھک جاتی ہیں۔

☆☆☆☆☆

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز 22/اپریل 2003ء کو مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ اس سے قبل بطور واقف زندگی آپ نے گھانا میں بھی کئی سال خدمات سرانجام دیں۔ آپ کو گھانا کے لئے روانہ کرتے وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فرمایا تھا کہ دیکھو اللہ سے بے وفائی نہیں کرنی اور یہ بھی فرمایا کہ آپ کی وجہ سے کسی کو ٹھوکر نہیں لگنی چاہیے۔

مکرم عبدالرزاق بٹ صاحب بیان کرتے ہیں کہ غانا میں قیام کے دوران ایک رات گیارہ بارہ بجے کے قریب حضور انور کی اور میری فیملی سفر کر رہی تھی کہ ایک جگہ ہماری گاڑی کا پچھلا پہیہ نکل کر جنگل میں غائب ہو گیا گاڑی گھسٹتی گھسٹتی کھڑی ہو گئی۔ فرمانے لگے میرا خیال ہے کہ ان جھاڑیوں کے پیچھے ایک گاؤں ہے۔ اس گاؤں کا ایک لڑکا میرے سکول میں پڑھتا ہے۔ میں جا کر اسے ڈھونڈ لاتا ہوں۔ آپ گئے۔ اندھیرا تھا بجلی وغیرہ کا تو کوئی تصور ہی نہیں تھا۔ تقریباً پونے گھنٹے بعد اُس لڑکے کے ہمراہ واپس آئے۔ مَیں حیران تھا کہ سکول کے اکثر لڑکوں کے نام آپ کو یاد تھے بلکہ اُن کے گاؤں کا نام اور حیرانگی کی بات یہ ہے کہ گاؤں کی Location آپ کو رات کے اندھیرے میں بھی یاد تھی۔ حالانکہ اکثر عیسائی لڑکے تھے۔

☆ مکرم مولانا سلطان محمود انور صاحب تحریر کرتے ہیں: ایک دفعہ خاکسار کی طبیعت خراب تھی۔ حضور انور کو دعا کے لئے خط لکھا۔ لندن میں کسی تقریب کے موقع پر حضور انور تشریف لائے تو وہاں میرے بیٹے نعمان محمود کو فرمایا کہ ''مولوی صاحب سے کہیں لندن آ جائیں صحت بالکل ٹھیک ہو جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ''۔ چنانچہ خاکسار جلسہ سالانہ یوکے 2004ء کے موقع پر لندن چلا گیا۔ جلسہ میں شمولیت کی سعادت ملی۔ جلسہ کے بعد اگلے جمعہ خاکسار کو دل کی تکلیف اچانک شروع ہو گئی جو پہلے ساری زندگی کبھی بھی نہیں ہوئی تھی۔ فوری طور پر ہسپتال لے جایا گیا اور ایمرجنسی میں ایک گھنٹہ کے اندر اندر انجیو پلاسٹی کر کے مجھے وارڈ میں بھجوا دیا گیا۔ ایک ڈاکٹر بار بار میرے بیٹے کو کہتا تھا کہ تمہارا باپ بہت خوش قسمت ہے کہ اس کو آتے ہی چار ڈاکٹرز فارغ مل گئے۔ ورنہ ہم تو ایسے مریضوں کو پندرہ پندرہ دن کا وقت دیا کرتے ہیں۔

حضور انور جب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی تھے ایک دن میرے ایک ہم زلف میرے پاس دفتر آئے اور کہنے لگے کہ ہمیں اچانک کھاریاں جانا پڑ رہا ہے۔ آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں شام تک انشاء اللہ تعالیٰ واپس ربوہ آ جائیں گے۔ چنانچہ مَیں نے محترم میاں صاحب کو اپنے پروگرام کا بتایا تو فرمایا: ٹھیک ہے چلے جائیں۔ مَیں نے عرض کی کہ میاں صاحب میں اجازت نہیں بلکہ

مشورہ مانگ رہا ہوں۔ اس پر آپ فرمانے لگے کہ پھر نہ جائیں۔ خاکسار یہ الفاظ سن کر واپس آ گیا اور میرے ہم زلف کار میں روانہ ہو گئے۔ شام کو اطلاع ملی کہ کار کے ڈرائیور کو ڈرائیونگ کے دوران ہارٹ اٹیک ہو گیا جس کی وجہ سے حادثہ ہوا اور ڈرائیور موقع پر ہی فوت ہو گیا اور باقیوں کو گہری چوٹیں آئیں۔ میرے ہم زلف کا کولہا ٹوٹ گیا اور وہ آخری وقت تک معذور رہے۔

☆ مکرم محمد اقبال صاحب تحریر کرتے ہیں: 1998ء میں مجھے عرق النساء کی شدید تکلیف ہوئی۔ علاج شروع کیا مگر مجھے بے یقینی تھی۔ خاکسار نے ربوہ فون کر کے حضرت میاں صاحب کو بیماری کا بتایا اور جذبات میں آ کر رونے لگا تو میاں صاحب نے تسلی دی اور فرمایا جو بھی دوست یا بزرگ میرے پاس آئے گا میں اُسے درخواست دعا کروں گا اور ازراہ شفقت رسٹاکس + آرنیکا 1000 طاقت میں لینے کا ارشاد فرمایا۔ میری بیماری کو دیکھ کر ڈاکٹر بھی پریشان تھے اور لنگڑا پن پیدا ہونے کا خدشہ ظاہر کر رہے تھے۔ اگلے دن میاں صاحب کا تسلی آمیز فون آیا۔ اُس وقت خاکسار چل پھر نہ سکتا تھا اور نہ بیٹھ سکتا تھا۔ میرا یقین و ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل اور میاں صاحب کی دعاؤں کی وجہ سے مجھے ٹھیک ٹھاک کر دیا۔

خاکسار 2003ء میں ربوہ گیا۔ دو سال سے کھانسی اور ٹی بی کے مرض میں مبتلا تھا جس کی وجہ سے بے حد کمزور اور لاغر ہو چکا تھا۔ چلنا پھرنا مشکل ہو گیا تھا۔ ڈاکٹروں نے بتایا کہ لاپرواہی کی وجہ سے بہت بُری حالت ہو چکی ہے۔ پھر حضرت میاں صاحب کے پاس حاضر ہو کر صورتحال بتائی اور عرض کیا کہ پتہ نہیں زندگی ہے کہ نہیں میں آپ سے ملنے آیا ہوں کیونکہ ڈاکٹر صاحبان کے بقول خاکسار لاعلاج ہے۔ آپ نے بڑے پیار اور شفقت سے فرمایا کہ ڈاکٹر نوری صاحب سے چیک کروائیں۔ ڈاکٹر صاحب نے چیک کرنے کے بعد ایک سال کی دوائی لکھ دی۔ خاکسار بہت زیادہ مایوس تھا۔ چیک اَپ کروانے کے بعد مَیں میاں صاحب کے پاس حاضر ہوا اور تفصیل بتا کر خدشہ ظاہر کیا کہ شاید کینسر ہے کیونکہ آٹھ دس سال قبل خاکسار کثرت سے سگریٹ نوشی کرتا تھا۔ آپ نے اگلے روز مجھے اپنے گھر آنے کا ارشاد فرمایا۔ پہلے ابلے ہوئے دو انڈے اور ایک دودھ کا گلاس دیا اور پھر فرمایا ایک اُبلا ہوا انڈہ روز استعمال کرنا ہے۔ کہیں زیادہ انڈے نہ کھالیں یرقان ہو جائے گا۔ فرمایا میں نے ڈاکٹر نوری صاحب سے پوچھا تھا کہ کوئی کینسر تو نہیں ہے۔ آپ فکر مت کیا کریں۔ مَیں نے کہا کہ رات کو اکثر میرا سانس کھانسی کی وجہ سے اُکھڑ جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پانی گرم کر کے بھاپ لیا کریں اس سے سانس درست ہو جاتا ہے۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور حضور انور کی دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ خاکسار ٹی بی کی بیماری سے ایک سال کے اندر اندر ٹھیک ہو گیا۔

☆ 1998ء میں ملّاؤں نے چار افراد کے خلاف قرآنی آیات کی بے حرمتی کا جھوٹا مقدمہ درج کروا دیا جن میں حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی ربوہ، کرنل ایاز محمود احمد خان صاحب صدر عمومی ربوہ، ماسٹر محمد حسین صاحب صدر محلّہ ناصر آباد شرقی ربوہ اور مکرم محمد اکبر بھٹہ صاحب انچارج ایمرجنسی سنٹر دفتر صدر عمومی ربوہ شامل تھے۔ ایڈیشنل سیشن جج چنیوٹ نے چاروں کی ضمانت منسوخ کر دی۔

مکرم محمد اکبر بھٹہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ کسی بھی قائد کو پرکھنے کا زمانہ مصائب کا دور ہوتا ہے۔ آپ میں وہ تمام خوبیاں ہیں جو کسی بھی بہترین قائد میں ہونی چاہئیں۔ جب ضمانت نہ ہو سکی تو ہمارے وکیل نے حضرت میاں صاحب کو وہاں سے خفیہ طور پر چلے جانے کا مشورہ دیا جس پر میاں صاحب نے ان کی طرف بڑے غصہ سے دیکھا اور کہا کیوں؟ اور پھر بڑے اطمینان سے باہر آئے اور ہمارے ساتھ ہی ہاتھ آگے کر دیئے۔ ایڈیشنل ایس ایچ او نے ہمیں ہتھکڑیاں لگا دیں اور آپ سے کہا کہ آپ رہنے دیں۔ میاں صاحب نے کہا کہ آپ اپنا فرض پورا کریں لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا۔

جیل میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کسی تنگ سی جگہ پر ڈھیر ساری بھیڑ بکریوں کو بند کر رکھا ہو۔ ہر آدمی بڑے فخر سے بتاتا کہ اس نے قتل کیا ہے یا ڈاکہ ڈالا ہے۔ خطرناک قیدیوں کو بیڑیاں لگی ہوئی تھیں اور ان کے آنے جانے سے چھن چھن کی آوازیں آتی تھیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے یہ فضل کیا کہ کوشش کرنے اللہ تعالیٰ نے وہ ساری بیرک احمدی اسیران کو دے دی اور دیگر قیدیوں کو احتجاج کرنے کے باوجود وہاں سے منتقل کر دیا گیا۔ پھر انتظامیہ نے صفائی کے لئے آدمی بھی بھجوا دیئے جنہوں نے ساری بیرک پانی سے دھوئی اور صحن میں پانی کا چھڑکاؤ کیا۔ دونوں غسل خانے اور لیٹرینیں سفیدی کر دیں۔

احمدی احباب کی طرف سے وافر مقدار میں فروٹ اور دیگر کھانے پینے کی اشیاء آتی تھیں۔ محترم میاں صاحب نے کو حکم دیا کہ ضرورت سے زیادہ سامان سٹاک نہیں رکھنا جو زیادہ سامان ہو وہ قیدیوں اور عملہ میں بانٹ دیا کرو۔ میاں صاحب نے خاص طور پر قرآن مجید، درثمین، کلام محمود اور درّعدن منگوائیں۔ آپ ہمارے حوصلے بلند رکھنے اور مصروف رکھنے کی غرض سے فارغ اوقات میں ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کے دلچسپ اور ایمان افروز واقعات سناتے رہتے۔ ایک دن بیت بازی کا مقابلہ بھی کیا۔

ایک رات کرنل صاحب کو خواب میں سیدہ آپا طاہرہ صدیقہ صاحبہ ملیں اور کہا کہ میں آپ لوگوں کی شہادت دینے آئی ہوں۔ میاں صاحب نے خواب سن کر فرمایا کہ انشاء اللہ ہماری بے گناہی ثابت ہو گی۔

ایک خاتون نے ملاقات کے دوران محترم میاں صاحب کو بتایا کہ رات مَیں بہت دعا کرتے کرتے سو گئی تو خواب میں یہ مصرعہ سنائی دیا: "خدا رسوا کرے گا تم کو میں اعزاز پاؤں گا"۔

ایک صبح محترم میاں صاحب کے چہرے پر بہت زیادہ اطمینان اور اعتماد کے ساتھ ساتھ ہلکی ہلکی مسکراہٹ بھی تھی۔ پوچھنے پر فرمایا کہ رات مجھے خواب میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ، حضرت خلیفۃ المسیح الرابع اور حضرت مرزا منصور احمد صاحب ملے ہیں۔ چند خواب لوگوں نے بھی لکھ کر بھیجے تھے جن سے علم ہوتا تھا کہ سوموار کو رہائی ہو گی۔ ایک خواب کی تعبیر میاں صاحب نے یہ کی تھی کہ تم (خاکسار) ہمارے ساتھ جاتے نظر نہیں آتے اور مجھے ایک دعا سکھائی کہ یہ دعا کثرت سے پڑھا کرو۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پہلی سوموار میاں صاحب اور کرنل صاحب کی رہائی ہوئی اور دیگر دو اسیران کی اگلے روز رہائی عمل میں آئی۔

❁ ❁ ❁ ❁

مندرجہ بالا واقعات محترم ڈاکٹر افتخار احمد ایاز صاحب کی کتاب میں شامل خلفاء کرام کے ایمان افروز واقعات کے حوالہ سے مرتّب کردہ باب سے اخذ کئے گئے ہیں۔ اس مضمون کا پہلا حصّہ گزشتہ شمارہ میں شامل اشاعت کیا گیا تھا۔

فرانسیسی اخبار کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور ہمارا ردّعمل

سیّدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ 21 ستمبر 2012ء میں ارشاد فرمایا تھا:

''اس عظیم محسن انسانیت کے لئے ایسی اہانت سے بھری ہوئی فلم پر یقیناً ایک مسلمان کا دِل خون ہونا چاہئے تھا اور ہوا، اور سب سے بڑھ کر ایک احمدی مسلمان کو تکلیف پہنچی کہ ہم آنحضرت ﷺ کے عاشقِ صادق اور غلامِ صادق کے ماننے والوں میں سے ہیں جس نے ہمیں آنحضرت ﷺ کے عظیم مقام کا ادراک عطا فرمایا۔ آنحضرت ﷺ کی سیرت سے متعلق کتب جن کا انگریزی ترجمہ ہو چکا ہے، یورپ میں یا انگلستان میں یا انگریزی بولنے والے ملکوں میں، وہاں رکھوانی چاہئیں یہ کتب۔ نیز اگر کسی طبقے کو مفت بھی مہیا کرنی پڑیں تو کی جاسکتی ہیں، خاص طور پر وہ کتب جن کا انگلش ترجمہ ہو چکا ہے یا کسی اور زبان میں ترجمہ ہو چکا ہے، ان کو کثرت سے پھیلایا جائے۔ دنیا کے سامنے ہم نے آنحضرت ﷺ کی سیرت کے خوبصورت پہلوؤں کو رکھنا ہے۔ یہ ہمارا کام ہے اور اس کو بہرحال ہمیں ایک کوشش کر کے سرانجام دینا چاہئے، آج یہ کام ایک لگن کے ساتھ صرف جماعت احمدیہ ہی کر سکتی ہے۔''

اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجلس انصاراللہ یوکے کے تحت انصار نے کرسمس پر اپنے ہمسایوں اور دوستوں کو کتاب ''Life of Muhammad'' اور حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی کتاب "The Pathway to Peace" بطور تحفہ تقسیم کرنے کی توفیق پائی۔ کتب حاصل کرنے والوں نے ان کتب کو بہت سراہا۔ الحمدللہ

سال 2012ء سے 2014ء تک اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان سے مجلس انصاراللہ یوکے کو کتاب ''Life of Muhammad'' ایک لاکھ بتیس ہزار اور "The Pathway to Peace" ایک لاکھ کی تعداد میں شائع کروانے کی توفیق ملی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی منظوری اور اجازت سے کتاب ''لائف آف محمد ﷺ'' کی اشاعت کے لئے بہت سے انصار نے اپنی توفیق کے مطابق عطیات بھی دیئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس حقیر کوشش کو قبولیت بخشے اور دین و دنیا کی حسنات سے نوازے۔ آمین

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے از راہ شفقت انصاراللہ یوکے کی اِن دونوں کتابوں "World Crisis and the Pathway to Peace" اور "Life of Muhammad" کی اشاعت اور تقسیم سے متعلق مختلف مواقع پر خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ الحمدللہ علیٰ ذالک

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے دورۂ جرمنی کے دوران وہاں کی مجلس عاملہ انصاراللہ سے ایک میٹنگ کے دوران ارشاد فرمایا تھا کہ: ''یہ "Pathway to Peace" کتاب ہے جس میں چار پانچ مختلف تقاریر ہیں اور جو خطوط میں نے سربراہانِ مملکت کو لکھے تھے وہ بھی اس میں شامل ہیں۔ انصاراللہ یوکے نے یہ کتاب ازخود پانچ ہزار کی تعداد میں تقسیم کی ہے اور اب انصاراللہ یوکے ازخود آٹھ ہزار کی تعداد میں یہ کتاب چھپوا رہی ہے اور پھر یہ بھی تقسیم کریں گے۔ اسی طرح یہاں بھی انصاراللہ کو کرنا چاہئے۔ آپ خود بھی سکیم بنایا کریں۔ اب انصاراللہ یوکے کو نہ تو میں نے کہا تھا اور نہ امیر صاحب یوکے نے کہا تھا کہ "Pathway to Peace" کو پرنٹ کرا کر تقسیم کریں۔ انہوں نے خود ہی سکیم بنائی اور پرنٹ کروائی ہے۔ جماعت پر بوجھ نہیں ڈالا۔ اسی طرح آپ کو بھی کرنا چاہئے۔ بہت سارا لٹریچر ہے جس کا بوجھ جماعت پر ڈالتے ہیں کہ آپ شائع کروائیں۔ ذیلی تنظیموں کا بھی کام ہے کہ باقاعدہ اجازت حاصل کر کے یہ مرکزی کتابیں خود بھی شائع کروایا کریں اور تقسیم بھی کیا کریں۔ اب آپ کو بھی کچھ Active ہونا پڑے گا۔''

(روزنامہ الفضل ربوہ 30 جنوری 2013ء، صفحہ 5)

حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ کتاب "Life of Muhammad" جو یوکے میں شائع ہوئی تھی وہ جلد کے ساتھ تھی اور زیادہ موٹی تھی اور اس کا فونٹ سائز بھی بڑا تھا۔ اب انہوں نے اس کو کم کیا ہے، اس طرح اس کے صفحات بھی کم ہو گئے ہیں اور اب وہ جلد کے بغیر 8 ہزار کی تعداد میں شائع کروا رہے ہیں اور اس کی قیمت بھی کم آرہی ہے۔ اس طرح آپ بھی کم قیمت پر کتاب تیار کر کے ان کو دیں۔ انصاراللہ یوکے نے اپنے طور پر کوشش کی ہے۔ ایک جگہ سے اُن کو ایسا پریس مل گیا جو کم قیمت میں شائع کرنے پر تیار ہو گیا۔ اگر اس طرح آپ بھی تلاش کریں تو کافی سستی شائع کر سکتے ہیں اور بجٹ میں گنجائش بھی نکل آتی ہے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 31 جنوری 2013ء، صفحہ 4)

2014ء میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی منظوری سے دونوں کتب اسّی اسّی ہزار کی تعداد میں اس غرض سے چھپوائی گئی تھیں کہ یہ کتب یوکے کی تمام لائبریریوں، سکولوں کے اساتذہ، یونیورسٹی کے چنیدہ پروفیسرز، ہیومن رائٹس وکلاء اور لوکل کونسلز کے میئرز اور کونسلروں کو پیش کی جائیں گی جس پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ریجنز میں کام شروع کر دیا گیا تھا۔ لیکن فرانس کے حالیہ واقعات کے بعد مجلس انصاراللہ یوکے نے حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ کی منظوری سے فرانسیسی اخبار کے جواب میں دونوں کتب کی تقسیم کے لئے تقریباً دو ماہ کا خصوصی پروگرام ترتیب دیا۔ اور اس طرح مجلس انصاراللہ یوکے کے تحت ملک بھر میں کُل 1719 تبلیغی اسٹالز لگائے گئے۔ اس خصوصی پروگرام کے تحت کتاب ''لائف آف محمدؐ'' 49657 کی تعداد میں اور کتاب "Pathway to Peace" 25720 کی تعداد میں تقسیم کی گئیں۔ اس پروگرام کو کامیاب بنانے کے لئے تمام ریجنز کی قریباً تمام مجالس نے بھرپور تعاون اور کوشش کی۔ خاص طور پر سنٹرل لندن اور اس کے گردونواح کی مجالس نے غیر معمولی کوشش کی توفیق پائی۔ الحمدللہ۔ انصار غیر معمولی جوش وجذبہ کے ساتھ کتب کی تقسیم کے پروگرام کی غیر معمولی کامیابی کے لئے خاص طور پر درود شریف کا ورد کرتے ہوئے اسٹالوں پر جا کھڑے ہوئے اور موسم کی شدّت کے باوجود غیر معمولی حوصلہ اور استقامت سے کوشش کی توفیق پائی۔ مجموعی طور پر 4175 مرتبہ انصار نے تبلیغی کاموں میں حصہ لیا۔

اس دفعہ ایک تبدیلی بالخصوص نظر آئی ہے کہ اکثر لوگوں نے خود آکر اسٹالوں

سے کتاب حاصل کی۔ اسٹالوں پر قریب سے گزرنے والوں کے رش کی وجہ سے لوگوں کو متوجہ کرنے کے لئے کافی کوشش کرنی پڑی اور True Story of Lif of Muhammad - Gift Life of Muhammad BooK کی صدائیں بلند کی گئیں۔ تمام لوگ جو کتابیں حاصل کر رہے تھے انہوں نے کتب کی تقسیم کو سراہا اور اس پُر امن طریق کہ بہت پسند کیا۔ اسٹالوں پر بہت سے دلچسپ واقعات بھی پیش آئے۔ ان میں سے چند ہدیہ قارئین ہیں:

☆ آکسفورڈ اسٹریٹ پر بسوں کے بعض ڈرائیورز نے اسٹال کے سامنے سڑک کے درمیان بس کھڑی کی، اسٹال پر آکر مانگ کر کتاب لی اور دوبارہ بس چلائی۔

☆ آکسفورڈ اسٹریٹ پر ہی ہمارے ایک اسٹال پر 2 انصار ایسے تھے، جن میں سے ایک تھوڑی بہت انگریزی بول سکتے تھے۔ ایک انگریز نے آکر کتاب لی اور فرانس کے واقعہ پر بات شروع کر دی۔ اس ناصر نے چند منٹ میں اس انگریز کو جہاد کے اصلی معنی اور حضور اقدس کے خطبہ کی روشنی میں جماعتی تعلیم سے آگاہ کیا تو اس انگریز نے بہت جذباتی ہو کر اُس ناصر کے ہاتھ چوم لئے اور انتہائی شکر یہ ادا کرتے ہوئے ساری کتاب کو اچھی طرح پڑھنے کے شوق کا اظہار کیا۔

☆ آکسفورڈ اسٹریٹ پر ہی ایک عرب خاتون (جن کا تعلق قطر سے تھا) آئیں اور انتہائی جذباتی ہو کر کہنے لگیں کہ اس سے بہتر آنحضرت ﷺ کے تقدس کا کوئی جواب نہیں دیا جا سکتا اور زبردستی پچاس پونڈ دے کر گئیں۔

☆ مانچسٹر شہر میں اسٹال کے قریب ایک شخص کافی دیر کھڑا رہا اور پھر اسٹال پر آ کر بہت محبت سے بار بار اس کوشش کی تعریف کرتا رہا کہ کاش ہم سب مل کر یہ کام شروع کر سکیں۔ اس کے پوچھنے پر بتایا گیا کہ یہ اسٹال جماعت احمدیہ مسلمہ کی طرف سے ہے۔ اس نے تحفہ کے طور پر کافی رقم دینے کی کوشش کی کہ مجھے بھی اس کام میں شامل کر لیں۔ لیکن ہماری طرف سے رقم لینے سے معذرت کر دی گئی۔ انہوں نے اپنا فون نمبر مزید رابطے کے لئے دیا۔

☆ مانچسٹر میں ہی ایک اسٹال پر ایک انگریز نے آکر کتاب حاصل کی اور بتایا کہ مَیں نے کچھ عرصہ قبل اسلام قبول کیا ہے اور اپنا کارڈ دیا کہ مَیں مانچسٹر کی مسجد میں آنا چاہتا ہوں۔

☆ آکسفورڈ اسٹریٹ اور ایجویئر روڈ کے کنارے پر بھی اسٹال لگائے تھے۔ یہ علاقہ عرب سیاحوں کا علاقہ ہے۔ چنانچہ اسٹال پر ایک عرب آئے جو کافی دیر سے کتب کی تقسیم دیکھ رہے تھے، اور بڑے جذبے سے کہنے لگے کہ میں بھی اس کتاب کی اشاعت میں حصہ لینا چاہتا ہوں تا کہ دنیا بھر میں یہ کتاب پہنچائی جائے کیونکہ آپ بہت عظیم خدمت کر رہے ہیں۔ اس کے بعد ایک اور عرب آئے اور اسی طرح کتاب کی اشاعت کے لئے اپنی طرف سے پیشکش کرتے رہے اور اپنا فون نمبر دے کر چلے گئے۔

☆ آکسفورڈ اسٹریٹ پر ہمارے اسٹال میں دو بچیاں بھی اپنے والد کی مدد کر رہی تھیں۔ شام کو وہ بچیاں سامنے موجود گفٹ شاپ میں کوئی چیز خریدنے گئیں جس کی قیمت 12 پونڈ تھی۔ مہنگی ہونے کی وجہ سے بچیاں وہ چیز خریدے بغیر واپس آنے لگیں تو دکان کا مالک خود آ گیا اور پوچھا کہ بچیوں کے ہاتھ میں کتنے پیسے ہیں۔ پھر اُس نے دونوں گفٹ بچیوں کو تین تین پاؤنڈز میں یہ کہتے ہوئے دیدیئے کہ آپ صبح سے اتنی سخت سردی میں یہ کام کر رہے ہو، آپ کے لئے صرف اتنی ہی قیمت کافی ہے، اُس نے مزید کہا کہ آئندہ بھی کوئی چیز لینی ہو تو آکر بتائیں۔ اس بہت بڑی گفٹ شاپ کے مالک افغانی ہیں اور وہ سارا دن تھوڑی تھوڑی دیر بعد جوس چاکلیٹ وغیرہ آکر اسٹال پر پیش کرتے رہے اور کہنے لگے کہ سردی بہت شدید ہے بیمار نہ ہو جانا۔ انہوں نے یہ بھی پیشکش کی کہ میرے کاؤنٹر پر یہ کتابیں رکھ دو ہم ہر گاہک کو یہ کتاب خود دیتے جائیں گے۔

☆ ریجن مڈلینڈ Burton میں ہمارے اسٹال پر ایک Lithuanian خاتون تشریف لائیں اور مختلف جماعتی لٹریچر کے علاوہ کتاب ''لائف آف محمد ﷺ'' بھی حاصل کی۔ اسی ہفتے کے دوران مکرم سیّد عامر سکندر صاحب (ریجنل نائب ناظم تبلیغ) نے اپنی اہلیہ کے ساتھ اس خاتون Mrs Justina Lapiuskyte سے ملاقات کی اور ایک تبلیغی پروگرام میں شامل ہونے کی دعوت دی، جس میں وہ شامل ہوئیں۔ اب اس خاتون نے بتایا ہے کہ اس نے ایک مصری مسلمان سے شادی کی تھی اور اس کے نتیجہ میں اس کو اسلام سے اتنی شدید نفرت ہو گئی تھی کہ اُس کا ارادہ تھا کہ وہ کبھی بھی مسلمان بننے کا نہیں سوچے گی۔ لیکن اسلام احمدیت کی تعلیمات سے آگاہی اور کتاب ''لائف آف محمد ﷺ'' پڑھنے کے بعد اسلام کے متعلق میری سوچ تبدیل ہو گئی ہے۔ اور مَیں نے اسلام احمدیت میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس خاتون نے بیعت فارم پُر کر دیا ہے۔ الحمدللہ

یہ امر بھی خوشکن ہے کہ مجلس انصاراللہ یوکے نے جنوری 2015ء میں ایک نئی ویب سائٹ www.lifeofmuhammad.org.uk لانچ کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے پہلے دو مہینوں میں ہی وزٹ کرنے والوں کی تعداد قریباً دس ہزار تک پہنچ گئی۔

ایک ضروری گزارش

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے مجلس انصاراللہ کا قیام 1940ء میں فرمایا تھا جبکہ برطانیہ میں اس کا قیام 1971ء میں عمل میں آیا تھا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے برطانیہ میں اس وقت ایسے متعدد ایسے احباب موجود ہیں جو گزشتہ ادوار میں مجلس کے امور سے براہ راست منسلک رہ کر خدمت کی توفیق پاتے رہے ہیں۔ میری خواہش ہے کہ ایسے تمام احباب اپنی یادداشت میں محفوظ تمام متعلقہ امور تحریری طور پر خاکسار کو بھجوادیں۔ چونکہ یہ کام فوری نوعیت کا ہے اس لئے درخواست ہے کہ اگر آپ اپنی یادداشتیں ارسال کرنا چاہتے ہیں تو کم از کم خاکسار کو اطلاع ضرور دیدیں۔ براہ کرم، تمام ایسے اعزازات، سندات یا خلیفۂ وقت کے خطوط کی نقول بھی منسلک فرمائیں جن کا تعلق مجلس انصاراللہ برطانیہ کی کارگزاری سے ہو۔ اس حوالہ سے اگر مزید راہنمائی یا مدد کی ضرورت ہو تو خاکسار سے براہ راست یا مکرم محمود احمد ملک صاحب (مدیر انصارالدین) سے فون نمبر 079-47408144 پر رابطہ فرمالیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

(چودھری وسیم احمد۔ صدر مجلس انصاراللہ برطانیہ)